

صحافت اور اسکی شرعی حدود

مجموعہ تحریرات

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

ادارہ اسلامیات
کراچی الہور

صحافت اسکی شرعی حدود

مجموعہ تحریرات

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

ادارہ اسلامیات کراچی لاہور

پہلی بار۔ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ بمطابق اگست ۲۰۰۳ء
باہتمام۔ اشرف برادران سلمہم الرحمان

پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز

لاورہ (سلا مبات) موہن روڈ، چک اردو بازار، کراچی فون: 7722401
لاورہ (سلا مبات) 190 اٹارکلی، لاہور، پاکستان فون: 7353255
لاورہ (سلا مبات) دینا ناتھ مینشن مال روڈ لاہور فون: 7324412

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف:	ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۳
مکتبہ دارالعلوم:	جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۳
دارالاشاعت:	ایم، اے، جناح روڈ کراچی
بیت الکتاب:	نزد اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
بیت العلوم:	۲۰ نمبر روڈ لاہور
ادارۃ تالیفات اشرفیہ:	بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر
ادارۃ تالیفات اشرفیہ:	جامع مسجد قحانوالی ہارون آباد بہاولنگر

عرضِ ناشر

زیر نظر رسالہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ اسلامی صحافت کے شرعی احکام سے متعلق چار اکابر علماء کی تحریرات کا مجموعہ ہے۔

(۱)..... مدیرانِ جرائد سے ایک گزارش

تحریر: شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

(۲)..... صحافت کے اسلامی آداب و اصول

تحریر: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

(۳)..... آداب الاخبار

تحریر: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ مفتی اعظم پاکستان

(۳)..... اخبارِ بنی

تحریر: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی

(۵)..... ضمیمہ اخبارِ بنی

تحریر: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل تخلص فی الافتاء مولانا محمد قاسم ”ملتان“ صاحب سلمہ نے ان تحریرات کو ترتیب دیا ہے اور رسالہ ”اخبارِ بنی“ پر مفید حاشیہ بھی تحریر کیا ہے، جس میں مشکل الفاظ کی تشریح، قرآنی آیات اور احادیث شریفہ کا حوالہ اور موضوع سے متعلق مزید احادیث طیبہ کی نشاندہی کر کے اس قدیم رسالہ کو آسان

اور مفید تر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائیں اور اس مجموعہ کو
ہدایت اور نفع کا ذریعہ بنا کر صحافت کے شعبہ سے وابستہ حضرات کو قرآن و سنت کی
ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق خاص سے نوازیں۔ آمین

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۸	مدیرانِ جراند سے ایک گزارش	۱
۱۶	صحافت کے اسلامی آداب و اصول	۲
۱۷	صحافت کے اسلامی آداب و اصول	۳
۱۷	صحافت کا بنیادی نقطہ اور محورِ عمل	۴
۱۷	صحافت مقدس میدانِ عمل ہے	۵
۱۷	ایک شبہ کا ازالہ	۶
۱۸	ناساز حالات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے	۷
۱۹	نصیحت رائیگاں نہیں ہوتی	۸
۱۹	اقادمتِ صحافت کی تین شرائط	۹
۱۹	پہلی شرط	۱۰
۱۹	دوسری شرط	۱۱
۲۰	تیسری شرط	۱۲
۲۰	ایک اہم ہدایت	۱۳
۲۰	مفتی شفیع صاحب کا ایک ارشاد	۱۴
۲۱	دوسری ہدایت	۱۵
۲۱	مسلم صحافی درحقیقت ”داعی حق“ ہے	۱۶
۲۲	صحافی کی زبان فصاحت کے جوہر اور بلاغت کے زیور سے آراستہ ہونی چاہئے	۱۷
۲۲	قرآن کریم کی اہم ہدایت	۱۸
۲۳	صحافت خوشگوار انقلاب کا ذریعہ ہے	۱۹

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲۳	جامع خلاصہ	۲۰
۲۵	آداب الاخبار	۲۱
۲۶	اخبارات و جرائد کی مذہبی ضرورت	۲۲
۲۶	اسلامی اخباروں کے لئے شرعی دستور العمل	۲۳
۲۷	اخبارت و رسائل	۲۴
۳۵	آداب الاخبار	۲۵
۳۵	ایک زریں اصول	۲۶
۴۰	کوئی خبر مقصود نہیں ہوتی	۲۷
۴۴	رسالہ اخبار بنی	۲۸
۴۵	الآیات القرآنیۃ	۲۹
۴۷	الاحادیث النبویۃ	۳۰
۵۱	الروایات الفقہیۃ	۳۱
۵۹	تنبیہ	۳۲
۵۹	خیر خواہی	۳۳
۶۱	افکار دینی ضمیمہ اخبار بنی	۳۴
۶۲	فکرِ اول	۳۵
۶۳	فکرِ ثانی	۳۶
۶۳	فکرِ ثالث	۳۷
۶۴	فکرِ رابع	۳۸
۶۹	فکرِ خامس	۳۹

مدیرانِ جرائد سے ”ایک گزارش“

تحریر

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

سابق جج شریعت ایپیلیٹ بیج سپریم کورٹ آف پاکستان
شیخ الحدیث و نائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی
(اداریہ ماہنامہ ”البلاغ“ ماہِ صفر ۱۳۹۶ھ)

مدیران جرائد سے

از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

صحافت کسی قوم کے ذہن کی تعمیر و تخریب میں جواہم کردار ادا کرتی ہے وہ کسی ہوشمند انسان سے مخفی نہیں، موجودہ دور میں اخبارات و رسائل ایسی چیزیں ہیں جن سے کوئی پڑھا لکھا گھرانہ خالی نہیں ہوتا، لہذا ان کے ذریعے صحیح بات کو گھر گھر پہنچایا جاسکتا ہے۔ خاص طور سے روزانہ اخبارات آج کل زندگی کا لازمی جزء بن کر رہ گئے ہیں، یہاں تک کہ جو ان پڑھ لوگ ان کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے وہ بھی ان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر ہو کر رہتے ہیں۔

ان حالات میں اخبارات کے ارباب ادارت اور اصحاب انتظام پر پوری قوم کی زبردست ذمہ داری عائد ہوتی ہے، انہوں نے زندگی کے جس شعبہ کو اختیار کیا ہے وہ محض ایک تجارتی پیشہ یا ایک ذریعہ معاش نہیں ہے، بلکہ قوم کی ذہنی قیادت و

رہنمائی کا ایک ایسا منصب ہے جو بڑی نازک ذمہ داریوں کا حامل ہے، کسی انسان کی معاشی ضروریات اگر کسی قوم یا اجتماعی خدمت کے ساتھ وابستہ ہو جائیں تو یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے کیونکہ اس مقام پر اس کی دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی ایک ہی کام سے حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کام کو خاص تجارت قرار دے کر اس کے اجتماعی فوائد کو تجارتی منافع کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔

افسوس ہے کہ جب ہم اس نقطہ نظر سے اپنے ملک کی صحافت کا جائزہ لیتے ہیں تو حسرت اور مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ پچھلے اٹھائیس سال میں ہماری صحافت نے نئی نسل کا مزاج بگاڑنے، اس کے اخلاق خراب کرنے اور اسے نفسانی خواہشات کا غلام بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ایک صحافی کا فرض یہ ہے کہ وہ جس بات کو اپنے قومی حالات کے لحاظ سے حق سمجھتا ہے اسے بے خوف و خطر حق کہے اور اس کے اظہار میں کسی لالچ یا خوف کو حائل نہ ہونے دے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہماری صحافت میں حق و ناحق کے فیصلے اکثر و بیشتر حکومت یا عوام کے تیور دیکھ کر کئے جاتے رہے ہیں۔

ہمارے اربابِ صحافت کا ایک گروہ وہ ہے جو ہر صاحبِ اقتدار کی مدح و توصیف اور اس کے ہر قول و فعل کی توثیق و تصویب کا خوگر رہا ہے، یہاں تک کہ ایسی مثالیں ہماری صحافت میں ایک دو نہیں بے شمار ہیں کہ ایک شخص کسی صاحبِ اقتدار کو اس کے عہدِ حکومت میں آفتاب و مہتاب قرار دیتا ہے اور اس کے ہر جائز و ناجائز فعل پر ”احسنت و مرحبا“ کی صدائیں بلند کرتا ہے لیکن جب اس کا اقتدار ڈھلتا ہے اور اس کا کوئی مخالف حکومت کی کرسی سنبھالتا ہے تو اسے بدترین آمر اور اس کے عہدِ حکومت کو بدترین عہدِ حکومت قرار دینے میں اسے کوئی باک محسوس نہیں ہوتا۔

دوسری طرف اہل صحافت کا ایک گروہ وہ ہے جس کا مطمح نظر عوامی مقبولیت اور عوام کی تحسین و آفرین کا حصول ہے اور اس مقصد کے لئے وہ عوام کی رہنمائی کرنے کے بجائے ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے اور ہر ایسی بات کہنے سے پرہیز کرتا ہے جس سے عام لوگوں کی تعریف و توصیف حاصل نہ ہو سکے، ہماری شامتِ اعمال یہ ہے کہ ہمیں ایسے حکمران کبھی میسر نہیں آسکے جنہیں عام ہر دلچیزی حاصل ہو، اس کے نتیجے میں ملک کی فضا کچھ ایسی بن گئی ہے کہ حکومت کے خلاف لکھنے والا عوام میں ہیر و بنتا ہے اور بات کی ذاتی خوبی و خرابی سے قطع نظر مجروح حکومت کی مخالفت پر عوامی تحسین و آفرین حاصل ہوتی ہے، چنانچہ بعض اہل صحافت نے حکومت کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے اور بسا اوقات اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ایسا کرنا ہمارے اجتماعی مقاصد کے لئے ضروری یا مفید ہے، بلکہ اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اس کے صلے میں عوام کی طرف سے حق گوئی و بیباکی کے خطابات وصول ہوں گے اور گلے میں تحسین و تمہدیک کے ہار ڈالے جائیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کی جو فکری رہنمائی اخبارات کے ذریعے ہو سکتی تھی وہ حکومت کے موافق قسم کے اخبارات سے حاصل نہیں ہوتی۔

پھر اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ آج کے اخبارات اپنا ظاہری ڈھانچہ اور اخلاقی ضابطہ کار مرتب کرتے وقت کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ قوم پر اور خاص طور سے ناپختہ ذہنوں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ ہمیں یہ لکھتے ہوئے انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ تجارتی منافع کی دوڑ میں ہماری صحافی برادری نے عفت اور اخلاق کی ہر قدر کو پامال کر ڈالا ہے، عریانی و فحاشی کو فروغ دینے میں ہر اخبار دوسرے سے آگے نکل جانے کی فکر میں ہے، سینما کے اشتہارات کا حصہ جس قدر متعفن اور اخلاقی جذام کا حامل ہوتا ہے وہ تو کسی تشریح کا محتاج ہی نہیں، عام خبروں کا

حصہ بھی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شریف اور باحیا انسان اسے اپنے بچوں کے سامنے نہیں پڑھ سکتا، اخلاقی جرائم کی خبریں بہت ممتاز اور نمایاں کر کے شائع کی جاتی ہیں اور ان کی تفصیلات مزے لے لے کر قسط وار بیان ہوتی ہیں اور کچھ نہیں تو کسی غیر ملکی فاحشہ کی کسی معمولی نقل و حرکت کی خبر شائع کرنے کے بہانے اس کی نیم عریاں تصویر شائع کر دی جاتی ہے، خاص طور سے شام کے اخبارات نے تو اس معاملہ میں قیامت ہی ڈھارکھی ہے اور ان کا کوئی شمارہ اس قسم کی اخلاق سوز تصویروں سے خالی نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی غیر ملکی شہزادی نے کسی شخص سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے ہیں یا کوئی مشہور خاتون کسی جزیے میں اپنے شوہر کے ساتھ ہنی مون منارہی ہے تو پاکستان کے نوجوانوں نے کیا تصور کیا ہے کہ اس کی تفصیلات سنا سنا کر ان کا ذہن خراب کیا جائے اور یہ ایسی کوئی خبر ہے جس سے واقف ہونا اہل پاکستان کے لئے ناگزیر ہے؟ یا اگر کسی ایکٹروں اور ایکٹریس میں باہمی ناچاقی کے بعد کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے تو پاکستان کی نوخیز نسل کے ذمہ کیا فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کی تمام تفصیلات سے باخبر ہو، لیکن ہمارے اخبارات ہیں کہ اس نوع کی خبروں کو چار دانگ عالم سے اکٹھا کر کے ان کا سرا ہوا ملغوبہ ہمارے نوجوان نسل کے آگے اس طرح ڈالتے ہیں جیسے دنیا بھر میں اس سے اہم خبر کوئی نہیں۔

صحافت کو محض ایک ذریعہ تجارت بنالینا بجائے خود ایک مذموم حرکت ہے لیکن ناچختہ ذہنوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر معاشی منافع حاصل کرنا تجارت کی بھی سب سے بدتر اور سب سے گھناؤنی قسم ہے چہ جائیکہ صحافت جیسے مقدس کام کو اس سے ناپاک کیا جائے۔

لیکن افسوس اور صدفِ افسوس! کہ ہماری صحافت میں اس پاک اور ناپاکی کا احساس عشاء ہوتا جا رہا ہے اور روز بروز اس خطرناک طرزِ عمل کی سنگینی میں اضافہ ہو رہا ہے، گزشتہ چند سالوں میں نوبت کہاں تک پہنچ گئی ہے؟ اس کا اندازہ کرنے کے لئے آج سے بیس سال پہلے کے اخبارات کا موازنہ آج کے اخبارات سے کر کے دیکھ لیجئے، اندازہ ہو جائے گا کہ عریانی اور فحاشی کے جذام نے کس رفتار سے ہماری صحافت میں سرایت کی ہے؟

آج کی نشست میں ہم اپنے ملک کے مدیرانِ جرائد سے یہ التجاء کرنا چاہتے ہیں کہ خدا را اس ستم رسیدہ قوم کی حالت پر رحم کیجئے جو مادی اور اخلاقی اعتبار سے گونا گوں تباہیوں کا سامنا کر رہی ہے، یہ قوم نہ اپنے مزاج و مذاق اور دین و مذہب کے لحاظ سے ان عیاشیوں کی متحمل ہے اور نہ اس کے مادی وسائل و ذرائع اس کی اجازت دیتے ہیں، دنیا کی دوسری اقوام عریانی و فحاشی پرستی اختیار کر کے دنیا میں کچھ روز مزے اڑا سکتی ہے لیکن یہ مسلمان قوم جس کا خمیر کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ سے اٹھا ہے اس کے لئے عیش و نشاط اور طاؤس و رباب کا راستہ اختیار کرنے کے بعد تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکری قیادت و منصب عطا کیا ہے، آپ اپنی مخلصانہ جدوجہد کے ذریعے اس قوم کو اخلاق و شرافت کے بامِ عروج تک لے جاسکتے ہیں اور پھر انسانیت کی خدمت کے لئے اس قوم کے سارے کارنامے آپ کے نامہ اعمال میں لکھے جاسکتے ہیں، آپ کا فریضہ یہ ہے کہ اگر نئی نسل کسی غلط سمت کا رخ کر رہی ہے تو آپ اپنی حکمت و بصیرت اور اپنی محبت و شفقت سے اس کا رخ بدلنے کی کوشش کریں نہ یہ کہ بے راہ روی میں اس کی حوصلہ افزائی کے مرتکب ہوں، آپ کے اسلاف نے آپ کو غیرت و حمیت اور عفت کی میراث عطا کی تھی لیکن آپ اپنے بچوں

کے لئے کیا چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں؟ بے حیائی؟ بد اخلاقی؟ آبرو باختگی؟ یا ذلت و رسوائی؟

آپ کی نگاہ اس تھوڑی سی زائد آمدنی پر ہے جو اس قسم کے فحش و عریاں مضامین اور اشتہارات کے ذریعے حاصل ہوتی ہے لیکن خدا کے لئے سوچئے کہ کیا یہ تھوڑی سی زائد آمدنی جو مسلسل نئی نسل کے اخلاق تباہ اور ذہن برباد کر رہی ہے، ضمیر کو سکون اور روح کو قرار عطا کر سکتی ہے؟ یہ ساری آمدنی اور اس کے ذریعہ تعمیر ہونے والے عشرت کدے تو بالآخر یہیں رہ جائیں گے لیکن آخرت میں اس کے سنگین نتائج اور دنیا میں اس کی امنٹ بدنامی کبھی ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

”ان الدین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الدین آمنوا

لہم عذاب الیم فی الدنیا و الآخرة“ (النور: ۱۹)

”بلاشبہ جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں ان

کے لئے دنیا اور آخرت (دونوں) میں دردناک عذاب ہے“

(القرآن)

لہذا خدا کے لئے اپنے اخبارات کے طرز عمل پر نظر ثانی کیجئے، ان میں اخلاقی جرائم کی خبریں، فحش مضامین اور عریاں اشتہارات کو بند کیجئے، صاف ستھری صحافت کو فروغ دیجئے، قوم کو عریانیّت پر مائل کرنے کی بجائے اس میں علم و ادب کا پاکیزہ مذاق پروان چڑھائیے اور ان میں ایک ایسا مستحکم ملی شعور پیدا کیجئے جو اس قوم کو خودداری، غیرت و حمیت اور تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کر سکے۔

اس صورت حال کی بہت بڑی ذمہ داری اخبارات کے قارئین پر عائد ہوتی ہے، ابھی تک ان قارئین میں اکثریت ان حضرات کی ہے جو اخبارات کی اس روش

سے نہ صرف یہ کہ خوش نہیں ہیں بلکہ اس سے بیزار ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم سب اپنی بیزاری کے جذبات کو دل ہی دل میں گھونٹ کر رہ جاتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ انہیں اپنی نجی مجلسوں تک محدود رکھتے ہیں اور ان کا اظہار اخبارات کے منظمین پر نہیں کرتے، مدیران جرائد کو نہ شخصی ملاقاتوں کے ذریعے اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے نہ ان کے پاس اس موضوع کا کوئی خط پہنچتا ہے اور نہ کسی اور طریقے سے انہیں اس طرز عمل پر متنبہ کیا جاتا ہے۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ اگر آپ اخبارات کی اس روش کو برا سمجھتے ہیں، اگر آپ کے نزدیک صحافت کا یہ طرز عمل ہماری فوخیز نسل کو خراب کر رہا ہے اور آپ کو ان ناپختہ ذہنوں پر کوئی ترس آتا ہے تو اپنے ان جذبات کو اپنے تک محدود رکھنے کی بجائے صحافت کے ارباب حل و عقد تک پہنچائیے، ان سے ملاقات کے لئے شہریوں کے وفود بنائیے، انہیں خطوط لکھئے اور ان سے مطالبہ کیجئے کہ وہ اس طرز عمل سے باز آئیں، اس کام کو صرف علماء اور دینی اداروں کے حوالہ کر کے مطمئن ہو جانا کسی طرح آخرت کی ذمہ داری سے سبک دوش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

(بشکریہ ”البلاغ“، ماہ صفر ۱۳۹۶ھ)

صحافت کے اسلامی آداب و اصول ”ایک گفتگو“

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم العالی سے خصوصی گفتگو

مرتب

مولانا عبدالمستقیم سلہٹی سلمہ اللہ تعالیٰ

تحریک پاکستان کے عظیم رہنما مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی قدس اللہ سرہ کے فرزند ارجمند مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کی شخصیت دینی علوم و فنون اور تعلیم و تربیت کا ایک معتبر حوالہ ہے، موصوف کی ذات ایک مدبر عالم دین، باریک بین مفتی، مثالی منتظم اور صاحب بصیرت دانشور کا مثالی نمونہ ہے۔ ہفت روزہ ”فاتح“ کے آغاز کے موقع پر آپ نے زیر نظر انٹرویو دیا، جو بتاریخ ۲۸ تا ۲۲ ستمبر ۹۹ء کو اسی ہفت روزہ میں شائع ہوا، اس میں حضرت مفتی صاحب نے موجودہ صحافت کو فنی رجحانات سے پاک کرنے کے لئے جو مفید گفتگو پیش کی اور کارآمد اصول بیان کئے، وہ ان کے ارفع علمی مقام اور اعلیٰ اصلاحی حیثیت کے آئینہ دار ہیں۔ اگر ہمارے ارباب صحافت اور اصحاب نشر و اشاعت اپنے کردار و اخلاق سے ان زریں نصیحتوں کا کوئی قابلِ تہلید عملی نمونہ پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس پر آشوب معاشرے میں اس کے انقلاب آفریں اثرات کھلی آنکھوں محسوس کئے جاسکیں گے، من و عن اسے اس رسالہ کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ احقر نے اس میں صرف مختصر عنوانات کا اضافہ کیا ہے۔ معمر فاطمہ ملتانی ہفت روزہ

صحافت کے اسلامی آداب و اصول

ایک گفتگو

س: ہفت روزہ ”فاتح“ کے آغاز کے موقع پر آپ کا خصوصی پیغام کیا ہے؟

ج: یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہے کہ جناب صلاح الدین شہید کے دیرینہ رفیق کار جناب ثروت جمال اسمعی ”فاتح“ کے نام سے ایک ہفت روزہ میگزین کا اجرا کر رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ وہ اس ہفت روزہ میں جناب صلاح الدین کی ان خوبیوں کو اپنے لئے مشعل راہ قرار دیں گے، جن کی بناء پر ملک و ملت کا درد رکھنے والے اصحاب علم و حکمت اور ارباب دین و دانش مرحوم سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتے تھے اور جن خصوصیتوں کی بناء پر ان کے ہفت روزہ نے پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں ایک خاص مقام حاصل کیا تھا۔

صحافت کے اسلامی آداب و اصول

س: اس موقع کی مناسبت سے صحافت کے اسلامی آداب و اصول پر بھی براہِ کرم اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں؟

ج: جہاں تک اسلامی صحافت کا معاملہ ہے میرے نزدیک یہ بہت ہی مقدس اور عظیم الشان پیشہ ہے اور ملک و ملت کی ایک اہم خدمت کا بہترین ذریعہ بھی۔

صحافت کا بنیادی نقطہ اور محورِ عمل

میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی صحافت کا بنیادی نقطہ اور محورِ عمل امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے، دوسرے لفظوں میں اچھائی کے فروغ اور برائی کی روک تھام کے لئے قلم کے ذریعے جدوجہد کرنا اسلامی صحافت کا بنیادی فریضہ ہے اور یہ فریضہ اتنا عظیم الشان ہے کہ قرآن کریم کی تصریح کے مطابق فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بجا آوری تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہوتی تھی۔

صحافت مقدس میدانِ عمل ہے

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صحافت کتنا مقدس میدانِ عمل ہے اور چونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی اسلامی صحافت کا بنیادی مقصد ہے، اس لئے ایک داعی حق کی جو صفات قرآن و سنت سے معلوم ہوتی ہیں وہ تمام صفات ایک مسلم صحافی میں پائی جانی جائیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ صحافت کا مقصد صرف امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھائیوں کو پھیلا نا اور برائیوں کو مٹانا ہی نہیں ہوتا بلکہ صحیح معلومات فراہم کرنا اور تازہ ترین سچی خبریں مہیا کرنا صحافت کا بنیادی رکن ہے تو بلاشبہ اس سے انکار نہیں کہ صحیح معلومات اور خبروں سے قارئین کو آگاہ کرنا صحافت کا بنیادی فریضہ ہے لیکن یہاں میں اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کی ایک حکیمانہ بات ہدیہ قارئین کرنا چاہتا ہوں، فرمایا: کہ ہر خبر لفظوں کے اعتبار سے اگرچہ خبر ہو لیکن اس کا مقصد حقیقت میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی ترغیب ہوتا ہے مثلاً آپ کہتے ہیں کہ بھارت نے نیوٹران بم بنانے کی صلاحیت حاصل کر لی، تو کہنے کو تو یہ ایک خبر ہے، لیکن خبر کے ان الفاظ میں اہل پاکستان کے لئے ایک اہم پیغام پوشیدہ ہے جو حقیقت میں امر بالمعروف ہے کہ اس خطرے سے نبرد آزما ہونے کے لئے تمہیں مناسب انتظام کر لینا چاہئے، اس لئے سچی خبریں بروقت فراہم کرنے اور صحیح معلومات بہم پہنچانے سے بھی مآل کار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقصد حاصل ہوتا ہے، لہذا میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسلمان صحافی کی ذات ان تمام اوصاف و کمالات کا جامع نمونہ ہونا چاہئے جو ایک داعی حق کے لئے قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ہیں۔

ناساز حالات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

قرآن و سنت میں داعی حق کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ داعی حق کو ناساز حالات سے دلگیر و مایوس ہو کر اپنا کام چھوڑنا نہیں چاہئے بلکہ حق بات پھیلانے کی کوشش انتہائی مایوس کن ماحول میں بھی

جاری رکھنی چاہئے، کیونکہ اچھائی کے فروغ کے لئے کی جانے والی جدوجہد رائیگاں نہیں جاتی، بالآخر اس کا اثر ہو کر رہتا ہے، بشرطیکہ اس عظیم ذمہ داری کی نزاکتوں کا پورا خیال رکھا جائے۔

نصیحت رائیگاں نہیں ہوتی

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا ملفوظ جو میں نے اپنے والد ماجدؒ سے سنا یہ ہے کہ لوگوں کا یہ خیال کہ موجودہ دور میں وعظ و نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، ہرگز درست نہیں، کیونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے

”وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ“

یعنی ”تم نصیحت کرو بیشک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے“

اس لئے یہ کہنا کہ موجودہ حالات میں نصیحت کی باتیں مفید نہیں ہوتیں، قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق درست نہیں ہے۔

افادیت صحافت کی تین شرائط

البتہ وعظ و نصیحت کی افادیت ظاہر ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط

پہلی شرط یہ ہے آپ جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ حق ہو، بات خود غلط نہ ہو۔

دوسری شرط

دوسری شرط یہ ہے کہ نیت حق ہو کہ بات خیر خواہی کے جذبے سے کہی جائے، اپنی بڑائی

اور بہادری جتلاتا یا مخاطب کو ذلیل و رسوا کرنا ہرگز مقصود نہ ہو، اسی طرح بات میں مدہانت، چاپلوسی یا تعصب نہ ہو، بلکہ ایسی بات کہی جائے جو حق و انصاف کے تقاضوں پر پوری طرح اترتی ہو۔

تیسری شرط

تیسری شرط یہ ہے کہ طریقہ بھی حق ہو اور طریقہ حق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سنت و انبیاء کے مطابق ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی میں انبیاء علیہم السلام نے حکمت و اعتدال کے جو بہترین نمونے چھوڑے ہیں، ان کی تفصیلات قرآن کریم میں آئی ہیں۔

ایک اہم ہدایت

ان میں سے ایک خاص سبق یہ ہے کہ بات دلخراش انداز میں نہ کی جائے، شائستگی اور نرمی سے کی جائے، دلخراش اور سخت کلامی ہوگی تو بات بے اثر ثابت ہوگی، بلکہ بعض اوقات اس کا مضراثر بھی ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جب کلمہ حق کہنے کے لئے فرعون کے پاس بھیجا گیا تو ان کو ہدایت دی گئی ”وَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا“ کہ آپ ان سے نرم بات کیجئے۔

مفتی شفیع صاحب کا ایک ارشاد

ہمارے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کو فرعون جیسے گمراہ انسان کے سامنے سخت کلامی کی اجازت نہیں دی گئی تو ہم جو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام سے بڑے مصلح نہیں اور

ہمارے مخاطب فرعون سے زیادہ کمرہا نہیں تو ہمیں اپنے مخاطبین کے سامنے سخت کلامی کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے کلام کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ نرم ہو، دلخراش نہ ہو۔

دوسری ہدایت

دوسری ہدایت، قرآن کریم نے یہ دی ہے ”أَذْعُ إِلَيَّ سَبِيلَ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ“ کہ آپ لوگوں کو حکمت و دانائی اور نصیحت کے اچھے پیرائے کے ساتھ اللہ کے راستے کی دعوت دیجئے اور اگر کسی سے مناظرہ یعنی دلائل میں مقابلہ کرنا پڑے تو اس میں بھی اچھا طریقہ اختیار کریں یعنی ایسے موقع پر علمی انداز میں مدلل اور سنجیدہ گفتگو کی جائے، جذباتی یا دلخراش انداز کلام نیز بغیر دلیل کے گفتگو سے گریز کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ اچھائی کی طرف بلانے کا طریقہ سنت انبیاء کے مطابق ہو، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ جب یہ تین شرطیں پائی جائیں گی کہ بات حق ہو، نیت حق ہو اور طریقہ بھی حق ہو، تو دعوت بے فائدہ نہیں ہوگی، ضرور اپنا رنگ لائے گی۔ اور جلد یا بدیر، کم یا زیادہ اس کا اثر بہر حال ہو کر رہے گا۔

مسلم صحافی درحقیقت ”داعی حق“ ہے

اگر ہمارے مسلمان صحافی ان ہدایات کو اپنالیں اور وہ اپنا صحیح مقام پہچان لیں کہ ان کا درجہ حقیقت میں داعی حق کا درجہ ہے، تو وہ اپنے بہترین کردار کے ذریعے دنیا کو یہ بتا سکیں گے کہ ایک مسلم صحافی کا کیا مقام ہوتا ہے اور اسلامی صحافت

اور موجودہ صحافت میں کتنا بڑا فرق ہے۔

صحافی کی زبان فصاحت کے جوہر اور بلاغت کے زیور سے آراستہ ہونی چاہئے
زبان و بیان کا ایک ادب یہ ہے کہ اس میں فصاحت و بلاغت کی توانائی
موجود ہو، کیونکہ فصاحت و بلاغت کے بغیر کلام اثر نہیں کرتا، چنانچہ اللہ رب العالمین
نے جتنے انبیاء کرام مبعوث فرمائے، وہ اپنی قوم کے ہم زبان ہوتے تھے، قرآن کریم
کی سورہ ابراہیم میں ارشاد ہے:

”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ“

”ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کی قوم کے ہم زبان بھیجا ہے۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم زبان آدمی کی گفتگو محاورے کے عین مطابق ہوتی ہے
اور فصاحت و بلاغت کی وجہ سے وہ مخاطب پر اثر انداز ہوتی ہے، اس لئے ایک مسلم
صحافی کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس کی زبان فصاحت کے جوہر اور بلاغت کے زیور
سے آراستہ ہو۔

قرآن کریم کی اہم ہدایت

قرآن کریم کے ارشاد:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا

یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو

میں بھی مسلمان صحافیوں کے لئے بڑی جامع نصیحت ہے، کیونکہ اس آیت میں قول کی
صفت ”سدید“ بیان کی گئی ہے، ”قول سدید“ کے مختلف ترجمے کئے گئے ہیں، مثلاً

”سیدھا کام“ ”سیدھی بات“ ”راستی کی بات“ ”سچی بات“ لیکن صاحب تفسیر روح البیان علامہ کاشفیؒ کے مطابق لفظ ”سدید“ میں مذکورہ بالا تینوں معانی خود بخود آجاتے ہیں، بلکہ سدید کے لفظ میں اس سے بھی زیادہ وسیع مفہوم پنہاں ہے، چنانچہ ان کے بقول سدید وہ قول ہے جو سچا ہو، چھوٹ کا اس میں شائبہ نہ ہو، صحیح ہو، غلطی کا اس میں احتمال نہ ہو، نرم ہو، دلخراش نہ ہو، بامقصد ہو، محض ہنسی دل لگی نہ ہو۔

صحافت خوشگوار انقلاب کا ذریعہ ہے

جب یہ چاروں صفات کسی کلام میں جمع ہوں گی تو اس کو ”قول سدید“ کے بلند عنوان سے تعبیر کیا جائے گا، اگر ہمارے ارباب صحافت قرآن کریم کے صرف اسی ایک لفظ کو اپنے لئے مشعل راہ بنالیں تو موجودہ صحافت میں ایک خوشگوار انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

جامع خلاصہ

صحافت کے آداب کے بارے میں قرآن و سنت کے حوالے سے جو باتیں، جتنے پہلوؤں سے آئی ہیں، ان سب کو قرآن کریم نے سورہ بقرہ کی اس آیت میں جمع کر دیا ہے، جس میں فرمایا گیا ”وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا“ (ترجمہ:- اور عام لوگوں کو نرمی سے بھلی بات کہو)

اس آیت پر مجھے قصہ یاد آیا، قیام پاکستان کے بعد جب ریڈیو پاکستان کراچی کی موجودہ عمارت نئی نئی تعمیر ہوئی تو اس وقت کے ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل جناب ذوالفقار علی بخاری نے میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے

آکر درخواست کی کہ ریڈیو پاکستان کے مونوگرام کے لئے کوئی قرآنی آیت تجویز فرمادیں، تو حضرت والد صاحبؒ نے سورہ بقرہ کی آیت کا یہ ترجمہ ”وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا“ تجویز فرمایا تھا، چنانچہ اسی وقت سے قرآن کریم کا یہ جملہ ریڈیو پاکستان کے مونوگرام کے طور پر چلا آ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اربابِ بست و کشاد کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

منہجِ سر

آداب الاخبار

تحریر

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

موجودہ اخبارات کی خرابیوں پر حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے ایک مقالہ ”اخبار بنی“ کے نام سے تحریر فرمایا تھا جس میں اخبار بنی کے بے لذت گناہوں کی نشاندہی کی گئی تھی نیز حضرت رحمۃ اللہ نے ایسے شرعی اصول و ضوابط جمع فرمائے جن کی پابندی کر کے اخبارات سے یہ خرابیاں دور ہو سکتی ہیں، ان اصول و ضوابط کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے اپنی عبارات میں ضبط کر کے یہ مضمون مرتب فرمایا جس پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے نظر ثانی بھی فرمائی تھی۔ (جواہر الفقہ ج ۲ ص ۲۶۳ تا ۲۸۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبارات و جرائد کی مذہبی ضرورت اسلامی اخباروں کے لئے شرعی دستور العمل

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

مسلمان بھی کسی وقت ایک زندہ قوم تھی، دین کی ساری ترقیات اس کے لئے وقف تھیں اس کا جو قدم اٹھتا تھا تو ایک صحیح مقصد کی طرف، جو حرکت ہوتی تو صراط مستقیم پر، غرض ہر حرکت و سکون میں ”زمن آں درو جو د آید کہ باید“ کا نقشہ سامنے آ جاتا تھا، اگر کبھی بظاہر کسی لغویا عبث کام میں بھی مبتلا ہوتے تو وہاں بھی کوئی ایسا اسلامی امتیازی نشان چھوڑ آتے تھے کہ وہ سب خرابیاں کافور ہو جاتی اور یہ نیکیوں سے مالا مال ہو کر آتے اور ”ان الحسنات یذهبن السیات“ کا پروانہ لے کر بٹتے تھے، غرض نقصان کی جگہ میں بھی اُن کے لئے نفع کے راستے کھلے ہوئے تھے۔

لیکن آہ! کہ آج ہماری شامتِ اعمال سے عالمِ اسلام کا جغرافیہ ایسا بدلا ہے کہ شناخت مشکل ہو گئی، مسلمانوں کی دینی اور دنیوی زندگی کا نقشہ جو ہمارے سامنے ہے وہ اپنے ماضی کی صریح نقیض ہے۔

تھا جوش و خروش اتفاقی ساقی اب زندہ کہاں ہے باقی ساقی
میخانہ نے رنگ روپ بدلا ایسا میکش میکش رہا نہ ساقی ساقی

نقصان کے کاموں سے نقصان پہنچنا اور برے اعمال سے برے نتائج پیدا ہونا تو ایک طبعی اور فطری قانون ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ آج کم بخت مسلمان اگر کبھی بھولے سے کوئی نفع کا کام بھی کرتے ہیں تو اس میں بھی اپنے (حسنِ سلیقہ) سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں کرتے کبھی ایک نیکی کی توفیق ہو جاتی ہے تو جب تک اس میں دس گناہ نہیں ملائے جاتے چین نہیں آتا، آج کوئی نیک سے نیک اور ضروری سے ضروری کام ایسا نہیں جس کو ہماری بے پروائیوں نے بجائے ثواب کے ہمارے لئے صورتِ عذاب نہ بنا دی ہو، آج اخبارات و جرائد اور اکثر مذہبی ادارے بھی اس غفلت شعاری کی بھیئت چڑھ گئے ہیں۔

اخبارات و رسائل

اگر دنیاوی اصول پر نظر کی جائے تو اخبارات و جرائد نہایت مفید اور کارآمد ذرائعِ اشاعت ہیں، بلکہ آج کل قومی اور اجتماعی زندگی کا جزو بن گئے ہیں، سرورِ کائناتِ فخرِ موجودات ﷺ کے عمل میں بھی اس کے لئے اسوۂ حسنہ موجود ہے، مگر پارہ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ بحوالہ ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث میں آنحضرت ﷺ کے عادات و شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال فسأله عن مخرجه كيف كان يصنع فيه قال كان رسول الله ﷺ يحزن لسانه الا فيما يعنيه ويؤلفهم ولا ينفرهم ويكرم كريم كل قوم ويوليهم عليهم ويحذر الناس ويحرس منهم من غير ان يطوى على احد منه بشره ولا خلقه ويتفقد اصحابه ويسأل الناس عما فى الناس ويحسن الحسن ويقويه ويقبح القبح ويوهيه الحديث (شمانل الترمذى ص ۲۳)

راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے سوال کیا جب حضور ﷺ مکان سے باہر تشریف لاتے تھے تو کیا طرز عمل ہوتا تھا؟ حضرت ہند ابن ابی ہالہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی یہ عادت تھی کہ مفید اور ضروری کلام کے سوا ہر کلام سے اپنی زبان روکتے تھے اور آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ الفت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے، ہر قوم کے بڑے آدمی کی تعظیم فرماتے تھے اور اپنی طرف سے بھی اس کو قوم کا متولی اور امیر بنا دیتے تھے، لوگوں کو عذاب الہی سے ڈراتے تھے اور لوگوں کے میل جول سے بچتے تھے مگر اپنا حسن خلق اور خندہ پیشانی کسی سے نہ روکتے تھے اور اپنے صحابہ کی خبر گیری فرماتے تھے اور لوگوں سے ان واقعات کو دریافت کرتے تھے جو لوگوں میں پیش آتے تھے اور ان میں سے اچھی باتوں کی بھلائی اور بری کی بُرائی اور ضعف بیان کرتے تھے۔

اور حضرت انسؓ ایک روایت میں فرماتے ہیں۔

كان اذا فقد الرجل من إخوانه ثلاثة ايام سأل عنه فان

كان غائباً دعاه و ان كان شاهداً زاره و ان كان مريضاً
 عاده۔۔ (رواہ ابو یعلیٰ فی مسندہ از کنز العمال ج ۴ ص ۳۰)
 حضور ﷺ جب اپنے کسی بھائی (صحابیؓ) کو دیکھتے کہ تین روز
 سے ملے نہیں تو لوگوں سے پوچھتے تھے کہ وہ کہاں ہیں پھر اگر وہ سفر
 میں گئے ہوتے تو ان کے لئے دعا فرماتے اور اگر حاضر ہوتے تو ان
 کی ملاقات کو تشریف لے جاتے اور مریض ہوتے تو مزاج پرسی
 کرتے تھے۔

(یہ دونوں حدیثیں اسوۂ نبوت میں خبروں کی تفتیش اور صحابہ کے واقعات اور
 حالات پر اطلاع کے) پورے اہتمام کا اعلان کر رہی ہیں، آج کل امت مسلمہ کے
 حالات پر اطلاع کا ذریعہ اخبار ہے۔

(۱) اس لئے سنتِ ثقہ (خبرگیری اہل اسلام) کے تحت میں آسکتا ہے۔
 (۲) اس کے علاوہ مسلمانوں کی قومی شکایات و مظالم کو اس کے ذریعہ
 حکومت تک بآسانی پہنچایا جاسکتا ہے۔

(۳) مسلمانوں کے حقوق کا مطالبہ اس ذریعہ سے سہولت کیا جاسکتا ہے۔
 (۴) تبلیغی ضرورتیں اس کے ذریعے سے بخوبی ادا ہو سکتی ہیں۔

الغرض اخبارات و جرائد کا وجود اپنے رنگ و روپ میں اور اپنے دنیاوی
 اصول کے مطابق ہو تو بہت سے عظیم الشان فوائد کا مجموعہ بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کا
 رکن اعظم ہے۔

لیکن ہمارے شومی اعمال نے جہاں پر نفع کو نقصان سے اور نیکی کو بدی سے
 بدل کر رکھا ہے اس مفید سلسلہ کو بھی نہایت مضر اور بدترین شکل میں تبدیل کر کے
 ”المہما اکبر من نفعہما“ کے حکم میں کر دیا ہے اور آج بہت سی دینی اور دنیوی

مضرتوں کے علاوہ سب سے بڑی اور سب سے اہم مضرت وہ ہے جس سے کوئی اخبار خالی نہیں رہا اور جس کی وجہ سے اس کا طوفان عالمگیر ہو گیا ہے۔

{۱}..... اول تو یہ کہ آج کل اخبار عموماً ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن کو نہ دین و مذہب سے کوئی واقفیت ہے اور نہ ہمدردی اور اس کے ساتھ ہی مسئلہ پر مجتہدانہ رائے پیش کرنے کو تیار، جس کی وجہ سے لامذہبی اور ہر قسم کی بے دینی اخباروں کی اشاعت کا لازمی نتیجہ بن گیا ہے۔

{۲}..... دوسرے یہ کہ اتحاد اسلامی اور باہمی یک جہتی، محبت و اخلاص کو فنا کرنے میں آج کل اخبارات کا ایک بڑا حصہ فرقہ وارانہ جنگ و جدل جس نے ہندوستان کو اختلافات کا جہنم بنا رکھا ہے اس کی بیشتر ذمہ داری انہیں اخبارات و رسائل پر ہے اور اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جنگ کا نشوونما اخبارات و رسائل پر ہے اور جوں جوں اخبارات نے ترقی کی اختلافات ان کے نتائج لازمہ کی طرح ساتھ ساتھ بڑھے۔

آج سے پچاس برس پہلے ہندو اور مسلمان اپنے اپنے مذہبی اصول و فروع پر قائم رہتے ہوئے باہم متحد و متفق شیر و شکر ہو کر جس طرح زندگی بسر کر سکتے تھے آج دو بھائی اور اولاد و والدین کو ایسا اتحاد نصیب نہیں، آج ہر اخبار کا ایڈیٹر جب کسی جلسہ کے اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتا ہے یا کسی اخبار کا مقالہ لکھنے بیٹھتا ہے تو وہ اس فرقہ وارانہ جنگ اور باہمی اختلافات کا سخت ترین مخالف نظر آتا ہے اور لوگوں کو اس سے بچانے کے لئے موٹے موٹے الفاظ کے بوجھ میں دبا دیتا ہے لیکن کاش! کوئی ان کی خدمت میں یہ تو عرض کر دیتا کہ۔

تا کے ملامت نگہ اشکبار من یکبار ہم نصیحت چشم سیاہ خویش
بجدا اگر واقعی وہ قوم کے ہمدرد ہیں اور اس کو اختلافات کے طوفان سے نکالنا

چاہتے ہیں تو ذرا انصاف کے ساتھ اس کے اسباب پر نظر ڈالیں تو انہیں مشاہدہ ہو جائے گا کہ ع ”خودسنگ خودی زراہ برخیز“ اور وہ آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

دوسرا ہمیں سراسر ماست یارے کہ بدوش ماست دوش ست

حضور سرور کائنات ﷺ اور صحابہ کرام اپنی اسلامی برادری کے اخبار و احوال پر مطلع ہونے اور کرنے کا اہتمام اس لئے فرماتے تھے کہ مطلع ہو کر مظلوم کی دادرسی، بیمار کی عیادت، ضعفاء کی اعانت، محتاجوں کی امداد کرنے کے لئے ہر قسم کی مادی اور روحانی ذرائع استعمال کئے جائیں اور اگر کسی مادی امداد پر قدرت نہ ہو تو کم از کم دعا سے اس کے شریک غم ہو جائیں اور یہی تمام اسلامی تعلیمات کی روح اور مسلمانوں کی ترقیات ماضیہ کا اصل راز ہے۔

لیکن آج اخبار و حالات اس لئے بہم پہنچائے جاتے ہیں کہ اگر کسی کا ایک عیب معلوم ہو تو اس کو دس گنا کر کے شائع کیا جائے، دو شخصوں میں باہمی شکر رنجی معلوم ہو تو کسی ایک جانب کے وکیل ہو کر اختلافات کی خلیج کو وسیع تر کر دیں۔

الغرض جس اخبار کو اٹھائیے اس میں ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے توجہ مہمانی سب سے زیادہ اہتمام سے پیش ہوتی ہے وہ کسی مسلمان کا گوشت (عیب اور عیب جوئی) سا کوئی جھوٹا پروپیگنڈا ہوتا ہے یا کسی کا دلخراش استہزاء و تمسخر، جس کو لطائف یا افکار، حوادث یا خواطر، سوانح یا فکات کے عنوان کے مہذب لباس میں پیش کیا جاتا ہے حالانکہ فرمان الہی ”لایسخر قوم من قوم“ صاف اس کا اعلان کر رہا ہے کہ کسی شخص کو اس کا حق نہیں کہ دوسروں کا استہزاء و تمسخر کرے، اکثر جھوٹی افواہیں اور بلا تحقیق خبروں کی بناء پر ایک مسلمان بھائی کی جان و مال اور عزت آبرو کے خلاف اعلان جہاد کر دیتے ہیں، شریعت مطہرہ کا قانون مانع ہوتا ہے نہ سیاسی

مصالح اور اخوت و اتحاد اسلامی کا لحاظ، حالانکہ خدائے تعالیٰ کے آخری پیغمبر (ﷺ) نے اپنے آخری خطبہ میں عرفات کے عظیم الشان مجمع کے سامنے اعلان فرمادیا ہے کہ مسلمان کی عزت و آبرو کی رعایت و حفاظت ہر مسلمان پر حاضر و غائب ایسی ہی فرض ہے جیسے اس کے جان و مال کی۔

لیکن آہ! کہ آج تمام اربابِ قلم و اصحابِ صحافت نے اپنے آپ کو ان تمام قوانین شرعیہ سے مستثنیٰ سمجھ لیا ہے اور کبھی دھیان تک نہیں ہوتا کہ ہم گناہ کر رہے ہیں شاید کسی اخبار کا کوئی صفحہ بمشکل ان بے لذت گناہوں سے خالی ہوتا ہو ورنہ عام طور پر یہی وہ چیز ہے جس پر تمام زورِ صحافت ختم کیا جاتا ہے، ادھر اخبار میں طبقہ کی بد مذاقی نے اس کو اور بھی فروغ دے دیا کہ ان کے یہاں اخبار کے مقبول ہونے کی سب سے پہلی شرط یہی چیز ہے اور وہی ایڈیٹر سب سے زیادہ اپنے فن کا ماہر سمجھا جاتا ہے جو اپنی من مانی باتوں کا سلسلہ لوگوں کے قلوب پر بٹھانے میں اس کی پرواہ نہ کرے کہ ہمارا خیال شرعاً صحیح ہے یا غلط اور مسلمانوں کے لئے مفید ہے یا مضر اور جو اپنے مخالف کو نیچا دکھانے میں حلال و حرام کی بحث کو حرام سمجھتے ہیں۔

الغرض! یہ مسلمانوں کی موجودہ بد مذاقی کی لمبی کہانی ہے جس کے لئے یہ صفحات نہ کافی ہیں اور نہ موزوں، اس لئے ہم اس کی تفصیل کو خود ناظرین کے انصاف پر چھوڑتے ہوئے صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ خود ملاحظہ فرمائیں کہ کیا واقعی آج کل کے اخبار اس طوفانِ بے تمیزی سے معمور ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا شریعتِ مطہرہ اس کو کسی حال میں جائز رکھ سکتی ہے اور کیا مسلمان اسلامی اصول اساسی کو چھوڑ کر کوئی دینی یا دنیوی ترقی کر سکتے ہیں اور کیا اتحادِ اسلامی کا راگ الاپنے والے زعماء اس بے راہی کے ذریعہ اپنے مقصد کے قریب پہنچ سکتے ہیں؟ یقین کیجئے کہ اگر پھر مسلمانوں کی قسمت میں عروج لکھا ہے اور وہ کسی وقت آنکھ کھولیں گے تو بے تاثر کہہ اٹھیں گے۔

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو می روی ہر کستان ست
یہ موجودہ اخبارات کی خرابیوں کا اجمالی خاکہ ہے اگر تفصیل مع دلائل دیکھنے
ہوں تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب کا رسالہ ”اخبار بنی“ ملاحظہ
فرمایا جائے اور اس کو بھی چھوڑیے تو مشاہدہ اور تجربہ سے زیادہ کوئی عادل گواہ نہیں۔

آج حشرات الارض کی طرح ہزار ہا اخبارات و رسائل کی اشاعت کے
زمانہ کو اب سے پچاس برس پہلے زمانہ کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھئے کہ مسلمان کہاں
سے کہاں پہنچ گئے، دین اور دینی تعلیمات، مذہب اور مذہبی روایات گویا فنا ہو ہی گئیں،
لیکن پوچھنا یہ ہے کہ دنیا میں بھی کوئی ترقی کی؟ ان کی اقتصادی حالت درست ہوئی یا
اور زیادہ خوفناک پستی میں ہی جا پڑی، اس کی پریشانیوں میں کمی آئی یا اور دس گنا
اضافہ ہو گیا؟

اس کا جواب اگر آپ نہ دیں گے تو سینکڑوں تعلیم یافتہ بے کاروں کے غول
اور روز افزوں فاقہ کشوں کی تعداد اور صد ہا مصیبت زدوں کی خاک کے ڈھیر بول
اٹھیں گے کہ یہ ترقی کے راگ محض بے ہنگامہ اور کوشش محض بے اصول اور غلط ہے،
اگر ارباب صحافت اس کو بھی ترقی کہیں تو اس کی حقیقت اس سے زائد نہ ہوگی کہ۔

گھر کے خط میں ہے کہ کل ہو گیا چہلم اسکا پانیہ لکھتا ہے کہ بیمار کا حال اچھا ہے
مسلم بات ہے کہ فتنہ علم ہمیشہ فتنہ جہل سے زیادہ شدید ہوتا ہے، اخباری
فتنہ چونکہ علمی فتنہ کے رنگ میں ہے اس لئے اس کی مضرتیں بھی دنیائے اسلام کو زیادہ
پہنچی، انہیں مفاسد پر نظر کرتے ہوئے عرصہ ہوا کہ حضرت مجدد الملت حکیم الامت
حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے ایک رسالہ
”اخبار بنی“ کے نام سے شائع کیا تھا جس میں عوام کو ان دنیوی مفاسد اور مذہبی
گناہوں پر دلائل کے ساتھ متنبہ فرمایا تھا جس میں اخباری ادارے نہ خود تنہا گرفتار ہیں

بلکہ ان کی اشاعت کے ذریعہ ہزار ہا مسلمانوں کو ان میں مبتلا کر کے مزید ذمہ داری اپنے سر لئے ہوئے ہیں اور ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ جو اخبار ان مذہبی گناہوں اور دینی و دنیوی مفاسد سے خالی ہوں یا جو اخبار میں حضرات ان مفاسد سے بچ سکیں ان کے لئے اخبار نویسی اور اخبار بینی کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، مگر چونکہ عام طور پر ان مفاسد سے بچنا سخت دشوار تھا اس لئے عوام کو یہی مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ بلا ضرورت اخبار بینی سے اجتناب کریں۔

لیکن دنیا کا مذاق بدل چکا ہے، اخبار ضروریات زندگی میں داخل کر لیا گیا ہے، اس مشورہ کا ان پر وہی اثر ہوا جو کسی ہتھ یا سگار کے عادی پر اس چھوڑنے کی نصیحت کا اثر ہو سکتا ہے، اس لئے ضرورت سمجھی گئی کہ ارباب صحافت کی خدمت میں ایک آخری گزارش مخلصانہ اور کی جائے کہ خدا کے لئے سنبھلو اور مسلمانوں کو سنبھالو۔

اخبار کی ادارت کے لئے جس طرح اس کے اصول و ضوابط اور پروپیگنڈے کے طریق آپ یورپین تعلیمات سے حاصل کرتے ہیں اور حاصل کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اسی طرح خدا کے لئے یہ بھی سوچئے کہ اشاعت و ادارت کے کچھ مذہبی اور شرعی فرائض بھی ہی جن کی رعایت نہ کرنے سے اخبارات سیکٹروں و مخرجات اور گناہوں کا مجموعہ بن رہے ہیں اس لئے اس وقت وہ آداب و اصول قلمبند کئے جاتے ہیں جو اخبار نویسی میں اہم ترین مذہبی فرض ہے، شاید اسی طرح ان بے لذت گناہوں کے عالمگیر طوفان سے دنیائے اسلام کو نجات ملے جو اخباروں کی صورت میں مجرور برتسلط کئے ہوئے ہیں۔

گریہ شام سے تو کچھ نہ ہوا ان تک اب نالہ سحر جائیں

دیکھئے کس نیک بخت کی قسمت میں یہ سعادت مقدر ہے کہ اخباری دنیا کے شرعی آداب و اصول کی پابندی کر کے دنیا میں اس کی نظیر قائم کر دے کہ مذہبی اصول

کے ماتحت اس طرح اخبار چلایا جاسکتا ہے۔

آداب الاخبار

اس باب میں سب سے زیادہ یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی بات کا قلم سے لکھنا بعینہ وہی حکم رکھتا ہے جو زبان سے کہنے کا ہے، جس کلام کا زبان سے ادا کرنا ثواب ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی ثواب ہے اور جس کا بولنا گناہ ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی گناہ ہے بلکہ لکھنے کی صورت میں ثواب اور گناہ دونوں میں ایک زیادتی ہو جاتی ہے کیونکہ تحریر ایک قائم رہنے والی چیز ہے، مدتوں تک لوگوں کی نظر سے گذرتی رہتی ہے اس لئے جب تک وہ دنیا میں موجود رہے گی لوگ اس کے اچھے یا بُرے اثر سے متاثر ہوتے رہیں گے، اس وقت تک کاتب کے لئے اس کا ثواب یا عذاب برابر جاری رہے گا جیسا کہ بعض روایات میں بتصریح موجود ہے کہ جو شخص کسی کاغذ میں درود شریف لکھتا ہے تو جب تک یہ تحریر باقی رہے گی اس وقت تک اس کو ثواب پہنچتا رہے گا، اسی طرح ناجائز کلام کے نتائج بد کا کاتب کے لئے پہنچتا رہنا بھی دوسری احادیث میں صاف مذکور ہے، اس لئے ہر مضمون نگار کا فرض ہے کہ ہر مضمون پر قلم اٹھانے سے پہلے اس کو مندرجہ ذیل معیار پر جانچ لے اور درحقیقت یہی معیار تمام ان آداب کی مجمل تصویر ہے جن کی تفصیل ہم اس وقت ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

ایک زریں اصول

مضمون نگاری اور اخبار نویسی میں مذہبی جرائم اور شرعی گرفت سے بچنے کا سب سے بہتر ذریعہ اور جامع مانع اصول یہ ہے کہ جس وقت کسی چیز کے لکھنے کا ارادہ

کرے پہلے اپنے ذہن میں بٹھالے کہ اس لکھنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ثابت ہو تو قدم آگے بڑھائے ورنہ محض لوگوں کو خوش کرنے لئے گناہ میں ہاتھ رنگ کر برائی بدگھوئی کے لئے اپنی ناک نہ کاٹے اور اگر خود احکام شرعیہ میں ماہر نہ ہو تو کسی ماہر سے استفتاء کرنا ضروری ہے، یہ ایک شرعی اجمالی قانون ہے جو فقط اخبار نویسوں میں ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی تحریر میں ہر مسلمان کا مطمح نظر ہونا چاہئے، اس کے بعد ہم اس کی تفصیل چند نمبروں میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

{۱}..... جو واقعہ کسی شخص کی مذمت اور مصائب پر مشتمل ہو اس کو اس وقت تک ہرگز شائع نہ کیا جائے جب تک حجت شرعیہ سے اس کا ثبوت نہ مل جائے کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا کسی کافر پر بھی جائز نہیں لیکن آہ! کہ آج اہل قلم اس سے غافل ہیں اور اخبار کا شاید کوئی صفحہ اس سے خالی ہوتا ہو۔

{۲}..... یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں حجت شرعیہ کے لئے کسی افواہ کا عام ہونا یا کسی اخبار کا لکھ دینا ہرگز کافی نہیں بلکہ شہادت شرعیہ ضروری ہے کیونکہ دورِ حاضر کے موجودہ تمام اخبارات کے صدہا تجربات نے اس بات کو ناقابلِ انکار کر دیا ہے کہ بہت سے مضامین اور واقعات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں اور جس شخص کی طرف سے شائع کئے جاتے ہیں اس غریب کو خبر تک نہیں ہوتی اور یہ صورت کبھی تو قصداً کی جاتی ہے اور کبھی سہواً و خطاً ہو جاتی ہے اس لئے اگر کسی اخبار میں کسی شخص کے حوالہ سے کوئی مضمون یا واقعہ نقل کر دیا جائے تو شرعاً اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر یہ واقعہ کسی کی مذمت یا مضرت و عیب جوئی پر مشتمل نہ ہو تو پھر یہ ضعیف ثبوت بھی کافی ہے اور اس کو نقل کر کے شائع کر دیا جائے۔

{۳}..... کسی شخص کے عیب یا گناہ کا واقعہ اگر حجت شرعیہ سے ثابت

ہو جائے تب بھی اس کی اشاعت اور درج اخبار کرنا جائز نہیں بلکہ اس وقت بھی اسلامی فرض یہ ہے کہ خیر خوبی سے تنہائی میں اس کو سمجھایا جائے اگر سمجھانے کو نہ مانے اور آپ کو قدرت ہو تو بجز اس کو روک دیں ورنہ کلمہ حق پہنچا کر آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جائیں، اس کی اشاعت نہ کریں اور رسوا کرنا علاوہ نبی شرعی کے تجربہ سے ثابت ہے کہ بجائے مفید ہونے کے ہمیشہ مضر ہوتا ہے اور اس لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے متعدد احادیث میں اس کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر اپنے بھائی مسلمان کا کوئی عیب یا گناہ ثابت ہو تو اس کو رسوا نہ کرے بلکہ پردہ پوشی سے کام لے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے ایک مٹرنے ایک روز ان سے بیان کیا کہ ہمارے بعض پڑوسی شراب پیتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں محکمہ احتساب (پولیس) میں اس کی اطلاع کروں، حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو بلکہ ان کو سمجھا دو اور ڈراؤ، محرر نے عرض کیا کہ میں یہ سب کچھ کر چکا ہوں، وہ باز نہیں آتے، اس لئے میں تو اب پولیس میں اطلاع کروں گا، حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:

من ستر عورة فكأنما احيا مؤدة في قبرها (رواہ
ابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ و الحاکم
وقال صحیح الاسناد ۔

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۳)

ترجمہ :- جو شخص کسی کا عیب چھپاتا ہے وہ اتنا ثواب پاتا ہے جیسے کوئی

زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو دوبارہ زندہ کر دے (ترغیب و ترہیب)

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں والی مصر تھا تو ایک روز

دربان نے مجھے اطلاع دی کہ ایک اعرابی دروازہ پر حاضر ہے اور آپ سے ملنے کی اجازت چاہتا ہے، میں نے آواز دے کر دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ تو آنے والے نے جواب دیا کہ ”جابر بن عبد اللہ“ میں نے حضرت جابرؓ کا نام سن کر بالا خانہ سے نیچے دیکھ کر کہا کہ یا تو آپ اوپر آجائیں یا میں نیچے آتا ہوں، حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ دونوں باتوں کی ضرورت نہیں، میں تو صرف ایک حدیث کے متعلق آپ سے تحقیق کرنے آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث مسلمان بھائی کی پردہ پوشی سے متعلق روایت کرتے ہیں، خالد بن مسلمہؓ نے فرمایا ہاں! میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے تو گویا وہ ایک زندہ درگور کو اس کی قبر سے نکالتا ہے، حضرت جابرؓ یہ سنتے ہی اونٹ پر سوار ہوئے اور رخصت ہو گئے۔

رواہ الطبرانی فی الاسط (از الترغیب والترہیب ص ۱۰۴)

اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں:-

من ستر عورة أخيه ستر الله عورته يوم القيامة ومن كشف عورة أخيه كشف الله عورته حتى يفضحه بها في

بيته۔ رواہ ابن ماجہ باسناد حسن (الترغیب والترہیب ص ۱۰۴)

ترجمہ:- جو شخص اپنے بھائی کا عیب چھپائے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب قیامت کے دن چھپائیں گے اور جو شخص اپنے بھائی کے عیب کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کھول دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کو گھر کے اندر بیٹھے ہوئے رسوا کر دیتے ہیں۔

الغرض! کسی مسلمان کا کوئی عیب یا گناہ مشاہدہ یا حجت شرعیہ سے ثابت بھی

ہو جائے تب بھی پردہ پوشی سے کام لے اور خفیہ اس کو سمجھائے کیونکہ یہی طرز زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔

{۴}..... البتہ اگر کسی مسلمان کا ایسا عیب یا گناہ حجت شرعیہ سے ثابت ہوا کہ جس کا نقصان اپنی ذات کو پہنچتا ہے اور یہ اس سے مظلوم ٹھہرتا ہے تو پھر اس کی برائی کو علانیہ شائع کر سکتا ہے، اسی کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم

(النساء: ۱۳۸)

.....الایۃ

اللہ تعالیٰ برائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتے مگر جس پر ظلم کیا گیا (وہ ظالم کے ظلم کا اعلان کر سکتا ہے)

امام تفسیر مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ کوئی شخص کسی کی مذمت یا شکایت کرے لیکن اگر کسی پر ظلم ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ ظالم کی شکایت کرے اور اپنے معاملہ کا اعلان کرے اور اس کے ظلم کو لوگوں پر ظاہر کرے (روح المعانی)

لیکن اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ عام اعلان و اشاعت کے بجائے صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس کی دادرسی کر سکیں۔

{۵}..... اگر کسی اخبار میں کوئی قابل تردید غلط مضمون کسی شخص کے نام سے طبع ہوا ہو تو اس کے جواب میں صرف اس پر اکتفاء کیا جائے کہ فلاں اخبار نے ایسا لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے، اس شخص کی ذات پر کوئی حملہ نہ کیا جائے، کیونکہ ابھی تک کسی حجت شرعیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ واقع میں یہ مضمون اسی شخص کا ہے۔

{۶}..... جو خبر کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہو اس کی اشاعت جائز

ہے مگر اس شرط سے کہ اس کی اشاعت کسی مسلمان کی خاص مصلحت یا عام مصلحت کے خلاف نہ ہو اور جس میں ایسا احتمال ضعیف بھی ہو تو بجز ان لوگوں کے جو عقل اور شرع کے موافق اس معاملہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہوں عام لوگوں پر اس کو ظاہر کرنا نہ چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے نقصانات کی طرف اس شخص کی نگاہ نہ پہنچی ہو، آیت ”واذا جاء ہم امر من الامن او الخوف اذاعوا به“ میں ایسے ہی اخباروں اور جلسوں کی مضرت اور مذمت کو بیان فرمایا ہے لیکن مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ اس کو بھی محض خبر کی حیثیت سے نقل نہ کرے بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پیدا کرے کیونکہ حدیث میں ہے کہ:-

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیه ..

انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے۔

کوئی خبر خود مقصود نہیں ہوتی

ادھر یہ بھی عقلاً ثابت ہے کہ کوئی خبر مقصود و مطلوب نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ کسی انشاء کا ذریعہ ہو اور مقصود کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور دراصل مقصود کوئی کام ہوتا ہے جو اس خبر سے متعلق ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ نتائج اخبار کو بھی ذکر کر کے اس کے افادہ میں اضافہ کر دیا جائے، مثلاً آپ کسی شخص کے متعلق یہ خبر درج کرتے ہیں کہ اس نے چند ہزار روپے کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی دوسرے نیک کام میں صرف کیا تو اس کے بعد اس شخص کے لئے دعائے ترقی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس کی ترغیب ذکر کر دی جائے یا مسلمانوں کی کسی جماعت یا ایک شخص کی مصیبت کا ذکر آیا تو خود بھی دعا کرے

اور مسلمانوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے نیز یہ کہ جس سے ہو سکے اس کی مادی امداد بھی کرے، کسی کی موت کا ذکر کیا ہے تو لوگوں کو اس طرف متوجہ کرے کہ عبرت حاصل کریں اور اپنے لئے اسی وقت کے واسطے سامان تیار کر لیں۔

الغرض! روزمرہ کے واقعات و حوادث چشمِ پینا کے لئے بہترین وعظ ہیں لیکن اس کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو اس پر متنبہ کیا جائے، حضرت شیخ العرب والعمم مولانا محمود حسن صاحب محدث دیوبندی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں دیکھو ہر تقریر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم
اول تو کوئی واقعہ اور کوئی خبر دنیا میں ایسی کم ہوتی ہے جو نتیجہ خیز نہ ہو یا جس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ مصکور نہ ہو لیکن اگر کوئی خبر ایسی بھی ہو تب بھی اس کو محض تفریح طبع کے مد میں ذکر کر دینا مضائقہ نہیں بلکہ یہ بھی ایک درجہ میں شرعاً مطلوب ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کا بعض اوقات مزاح (خوش طبعی) فرمانا اسی حکمت پر مبنی تھا اور ایک حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

اجمعوا هذه القلوب فاطلبوا لها طرف الحكمة فانها
تعمل كما تعمل الابدان رواه ابن عبد البر في العلم و
الخائطی فی مکارم الاخلاق وابن السمعان فی الدلائل
(کنز العمال ج ۲ ص ۱۳۶)

ترجمہ:- ان قلوب کو بھی تھوڑی دیر (غور و فکر) سے مہلت دیا کرو اس طرح کہ ان کے لئے حکمت کی لطیف و عجیب باتیں تلاش کرو (جن سے قلبی مکان رفع ہو) اس لئے کہ قلوب بھی ایسے تھک جاتے ہیں

جیسے بدن تھکتے ہیں۔

{۷}..... خلاف شرع مضامین اور طہدین کے عقائد باطلہ اول تو شائع نہ کئے جائیں اور اگر کسی ضرورت سے اشاعت کی نوبت آئے تو جس پرچہ میں وہ شائع ہوں اسی میں ان کی تردید اور ثانی جواب بھی ضرور شائع کر دیئے جائیں، آئندہ پرچہ پر اس کو حوالہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے آدمی وہ ہوتے ہیں جن کی نظر سے آئندہ پرچے نہیں گزرتے، خدا نخواستہ اگر وہ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہو گئے تو اس کا سبب شائع کرنے والا ہوگا۔

{۸}..... اگر مسلمانوں پر کافروں کے ظلم کی خبر شائع کرنا ہو تو جب تک اس ظلم کی نسبت کافروں کی طرف حجت شرعیہ سے ثابت نہ ہو اس طرح شائع کیا جائے کہ فلاں مقام کے مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں، مسلمان ان مظالم کا انسداد کریں اور جائز طریق پر ان کی جانی و مالی امداد کریں۔

{۹}..... اخبار کا ایڈیٹر ہمیشہ ایسا شخص بنے جو تمام علوم اسلامیہ پر عبور رکھتا ہو یا کم از کم علماء سے رجوع کرنے کا پابند ہو اور مذہب سے ہمدردی رکھنے والا ہو ورنہ ظاہر ہے کہ اخبارات اشاعت بے دینی و بے قیدی کا ایک کامیاب آلہ ہے۔

{۱۰}..... کسی ایسی کتاب کا جو دین کو مضر ہو یا ایسی دوا کا جو شرعاً حرام ہو یا کسی ایسے معاملہ کا جو شرعاً فاسد ہو اشتہار نہ دیا جائے۔

یہ مختصر گزارش ہے جو محض دوسوی اور ہمدردی پر مبنی ہے اگرچہ زمانہ کی مسموم ہوا میں کارگر ہونے کی توقع نہیں لیکن بایں امید کہ شاید خدا تعالیٰ کسی نیک بندے کو عمل اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(مختم صَد)

اخبار بنی

تحریر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

یہ رسالہ آج سے تقریباً ایک سو ایک سال پہلے تھانہ بھون سے شائع ہوا تھا جس میں اخبارات کے مفاسد اور نقصان بیان کئے گئے، اس کے بعد بھی یہ رسالہ بعض رسائل میں شائع ہوتا رہا، اب عرصہ دراز کے بعد افادہ عام کے لئے اسے اس رسالہ کی زینت بنایا جا رہا ہے، بندہ نے حاشیہ کے طور پر اس میں مشکل الفاظ کو آسان، قرآنی آیات، احادیث شریفہ اور فقہی روایات کا حوالہ درج کیا ہے اور موضوع سے متعلق بعض احادیث کا اضافہ کر کے اس قدیم رسالہ کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش کی ہے۔ محمد قاسم ملتانی غفر اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ اخبار بنی

مؤلفہ

حکیم الامت مجذہ دالمیت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

بعد الحمد والصلوة اظہارِ مدعا کیا جاتا ہے کہ آج کل چونکہ طبائع میں اخبار بنی کا مذاق لے اس درجہ پھیل گیا ہے کہ وہ مثل غذا بلکہ غذا سے بھی زیادہ ہو گیا ہے کہ کسی وقت بے غذا تو صبر بھی کر سکتے ہیں مگر بدوں اخبار بنی کے صبر نہیں آتا اور اکثر اس میں ایسا انہماک لے ہوا ہے کہ کتبِ دینیہ کے مطالعہ کی طرف اصلاً التفات نہ لیا اس کی ضرورت ذہن میں بھی نہیں رہی اور اس شغف میں دین کا بھی نقصان ہے جیسا کہ مجملہ معلوم ہوا اور مال کا بھی نقصان ہے کہ اکثر خرید کر دیکھتے ہیں یا دوسروں کو خریداری کی ترغیب دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دوسرے بھائی کا نقصان بھی ایسا ہی ہے جیسا اپنا

لے ذوق و شوق لے بہت زیادہ مشغولیت لے بالکل توجہ

نقصان۔ اور وقت بھی ضائع جاتا ہے جو انسان کے لئے مال سے بڑھ کر متاع گراں مایہ^۱ ہے، ان مفاسد کو دیکھ کر بمشورہ بعض خیر خواہان اسلام اس کے متعلق حکم شرعی کا ظاہر کرنا مصلحت معلوم ہوا، پر جن لوگوں کے دلوں میں خود شرع ہی کی وقعت نہیں ان سے تو امید قبول موہوم محض ہے البتہ بہت سے حضرات ایسے ہیں جو شرع کو واجب الاتباع سمجھتے ہیں مگر ان کو کبھی یہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ ایسا اشتغال شرع کے خلاف ہے ان سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس تحریر سے متنبہ ہوں گے۔

الآیات القرآنیہ

(الآیۃ الاولیٰ)..... ولما جاءهم رسول من عند الله مصدق لما معهم نبذ فريق من الذين اوتوا الكتاب كتاب الله وراء ظهورهم كأنهم لا يعلمون واتبعوا ماتتلو الشياطين على ملك سليمان..... الآية (البقرة: ۱۰۲)

ترجمہ:- اور جب ان کے پاس خدا کی طرف سے رسول (محمد) آئے (اور وہ) اس کتاب کی جو ان (یہود) کے پاس ہے تصدیق بھی کرتے ہیں تو ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (توراة) کو (جس میں ان رسول کی پیشین گوئی بھی ہے ایسا) پیٹھ پیچھے پھینکا کہ گویا ان کو کچھ خبر ہی نہیں اور ان (ڈھکوسلوں) کے پیچھے پڑ گئے جن کو سلیمان کی عہد سلطنت میں شیاطین پڑھایا کرتے تھے۔

(الآیۃ الثانیۃ)..... انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون۔ (المائدة: ۹)

ترجمہ:- شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوادے اور تم کو یادِ الہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا (شیطان کے مکر پر اطلاع پائے پیچھے اب بھی) تم باز آؤ گے (یا نہیں)

(الآیۃ الثالثۃ).....ومن الناس من يشتري لهوى الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزواً أولئك لهم عذاب مهين.. (لقمن: ۶)

ترجمہ:- اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو وہابیات قصے مول لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو سنا کر) بے سمجھے بوجھے راہِ خدا سے بھٹکائے اور آیاتِ الہی کی ہنسی بنائے ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) ذلت کی سزا ہوتی ہے۔

(الآیۃ الرابعۃ).....یا ایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم.....الآیۃ

وفیہا.....ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقباب.....الآیۃ

وفیہا.....اجتنبوا کثیراً من الظن.....الآیۃ
وفیہا.....ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً.....الآیۃ
وفیہا.....ان اکرمکم عند الله اتقاکم.....الآیۃ

(الحجرات: ۱۱-۱۲-۱۳)

ترجمہ:- اے ایمان والو! تمہیں چاہئے کہ ایک دوسرے سے ہنسی نہ کریں (اور اسی رکوع میں ہے) نہ آپس میں ایک دوسرے کو طعن دو

اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو۔

(اور اسی میں ہے) بہت گمان کرنے سے بچتے رہو۔

(اور اسی میں ہے) اور نہ ایک دوسرے کے پیچھے ٹٹول میں رہا

کرو اور نہ تم میں سے ایک ایک کو پیٹھ پیچھے بُرا کہے۔

(اور اس میں ہے) اللہ کے نزدیک بڑا عزت والا وہی ہے جو تم میں

سے بڑا پرہیزگار ہے۔

(الآیة الخامسة)..... لا تقف ما ليس لك به علم ان

السمع والبصر والفؤاد كل ألثك كان عنه مسئولاً۔

(بنی اسرائیل: ۳۶)

ترجمہ:- جس بات کا یقینی علم نہ ہو (اٹکل پچو) اس کے پیچھے نہ ہولیا

کرو (کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت کے

دن) پوچھ ہوتی ہے۔

الأحاديث النبوية

(الحديث الاول) سباب المسلم فسوق..... الحديث^۱

ترجمہ:- مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔

۱ رواہ مسلم: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ”سباب المسلم فسوق

وقتاله كفر“ وایضاً فی الصحيح للبخاری^۲ (ج ۱ ص ۱۲) ”باب خوف

المؤمن من ان يحبط عمله وهو لا يشعر“ وایضاً فی جامع الترمذی (ج ۲ ص ۱۹)

”باب ما جاء فی الشتم“

(الحديث الثانی) اذاریتم المداحین فاحشوا فی

وجوههم التراب۔۔ الحديث ۱

ترجمہ:- جب تم شاخو انوں کو تعریف کرتے دیکھو تو ان کے مونہوں میں مٹی بھرا کرو۔

(الحديث الثالث) ان العبد لیقول الکلمة لایقولها

الا لیضحک به الناس یهوئ بها العبد مما بین السماء والارض ۲

ترجمہ:- البتہ بندہ کوئی بات صرف اس لئے کہتا ہے کہ اس سے لوگوں

کو ہنسائے تو وہ اس کے سبب دوزخ میں گرایا جائے گا جس کی

مسافت آسمان وزمین کی مسافت سے زیادہ ہوگی۔ ۳

لرواه مسلم (ج ۲ ص ۴۱۴) باب النہی عن المدح اذا کان فیہ الفراط وخیف فیہ فتنۃ علی الممدوح۔۔

۲ رواہ البیہقی فی شعب الایمان (ج ۳ ص ۲۱۳) رقم الحديث (۴۸۳۲) و ایضاً فی الترمذی (ج ۲ ص ۵۷) باب ماجاء من تکلم بالکلمة لیضحک به الناس نحوه بمعناه۔

۳ ترمذی کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ویل للذی یحدث بالحديث لیضحک به القوم فیکذب ویل له ویل له ویل له“ (ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسوانے کی غرض سے جھوٹی بات کہتا ہے، ہلاکت ہے اس کے لئے، ہلاکت ہے اس کے لئے) ایک اور روایت میں اس سے بھی سخت وعید آئی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ان الرجل لیتکلم بالکلمة لایری بها بأسا یهوئ بها (بقیہ صفحہ ۴۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

(الحديث الرابع) من حسن اسلام المرء تركه

مالا يعنيه^۱۔

ترجمہ: بیہودہ بات کو چھوڑنا ان چیزوں میں سے ہے جو انسان کے اسلام کو آراستہ کرنے والی ہیں۔

(الحديث الخامس) ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان

ولا الفاحش ولا البذيئ^۲۔

ترجمہ:- یہ چار باتیں مؤمن کی شان سے نہیں (۱) طعن کرنا (۲) لعنت کرنا (۳) فحش بکنا (۴) بد خو ہونا۔

(الحديث السادس) من غير اخاه بدين لم يمت حتى

يعمله^۳۔

ترجمہ:- جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ کی عار دلانے تو یہ بھی مرنے سے پہلے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔

(بقیہ صفحہ ۳۶) خریفاً فی النار“ (بعض اوقات آدمی نا سمجھی میں (یا بات کو معمولی سمجھ کر) کوئی

ایسی بات کہتا ہے جس کی وجہ سے وہ ستر سال تک جہنم کی آگ میں گرایا جاتا ہے) رواہ

الترمذی (ج ۲ ص ۵۷) باب ماجاء من تكلم بالكلمة ليضحك به الناس۔

۱۔ رواہ الترمذی (ج ۲ ص ۵۸) باب ماجاء من تكلم بالكلمة ليضحك به

الناس۔

۲۔ رواہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۸) باب ماجاء في اللعنة ..

۳۔ رواہ الترمذی (ج ۲ ص ۷۷) باب من باب ماجاء في صفة او انى الجنة۔ رقم

الحديث: ۲۵۰۵۔۔

(الحديث السابع) لا تظهر الشماتة لاختيك في رحمة الله وبتليک۔^۱

ترجمہ:- اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت کے وقت خوشی ظاہر نہ کر (ایسا نہ ہو) کہ خداوند کریم اس پر رحم فرمائے اور تجھے اس میں گرفتار کرے۔

(الحديث الثامن) اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ۔^۲

ترجمہ:- جب بدکار کی کوئی تعریف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہے۔^۳

(الحديث التاسع) من طلب العلم لیجاری به العلماء او لیماری به السفهاء ویصرف به وجوه الناس ادخله الله النار۔

ترجمہ جو شخص اس لئے علم سیکھتا ہے کہ علماء سے مباحثہ اور کمینوں سے جھگڑا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت

۱۔ رواہ الترمذی (ج ۲ ص ۷۷) باب من باب ما جاء فی صفة اوالی الجنة۔ رقم الحديث: ۲۵۰۶۔۔

۲۔ معجم ابی یعلیٰ (ص ۵۷ رقم الحديث: ۱۷۲)

۳۔ اور معجم ابی یعلیٰ کی ہی دوسری روایت میں ہے ”اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز العرش“ (جب فاسق آدمی کی تعریف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور عرش (الہی) ہلنے لگتا ہے)

کے دن) دوزخ میں ڈالے گا۔^۱

الحديث العاشر اتخذ الناس رؤسا جهالا فافتوا بغير

علم فضلووا و اضلوا۔^۲

ترجمہ:- لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے تو بغیر جانے بوجھے فتوے

دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

(هذه الاحاديث كلها فى المشكوة)

یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ میں موجود ہیں۔

الروایات الفقیہیۃ

(الروایۃ الاولیٰ) فی رد المحتار: اذا تردد الحكم بین

سنة و بدعة كان ترك السنة راجحاً علی فعل

البدعة۔^۳

ترجمہ:- رد المحتار میں ہے کہ جب ایک حکم سنت اور بدعت میں دائر ہو

تو بدعت کے مرتکب ہونے سے اس کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔

(الروایۃ الثانیۃ) فی الدر المختار: القصص المکروه

ان یحدثهم بما لیس له اصل معروف او یعظهم بما

لا یعتظ به او یزید و ینقص۔^۴

^۱ رواه الترمذی (ج ۲ ص ۹۴) باب ماجاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا۔

^۲ رواه الشیخان: بخاری (ج ۱ ص ۲۰) باب کیف یقبض العلم۔ مسلم:

(ج ۲ ص ۳۴۰) باب رفع العلم وقبضه ..

^۳ رد المحتار (ج ۱ ص ۶۴۲) الدر المختار (ج ۶ ص ۴۲۲)

ترجمہ:- درمختار میں ہے کہ مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جس کی اصل مشہور اور معلوم نہیں یا اس چیز کی نصیحت کرے جس پر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ اور کم کر ڈالے۔

(الروایۃ الثالثۃ) فی الدر المختار: ومن السحت ما يؤخذ..... الی قوله..... وشاعر شعر ومسخره وحکواتی قال الله تعالى ”ومن الناس من يشتري لهو الحديث..... فی رد المحتار: قوله شاعر شعر لانه انما يدفع له عادة قطعاً للسانہ..... (قوله لهو الحديث) نزلت فی النضر بن الحارث بن کلده کان..... يشتري اخبار العجم و يحدث بها قريشاً..... فيستمعون حديثه و يتركون استماع القرآن فانزل الله هذه الآية۔^۱

ترجمہ:- درمختار میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسے شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرہ اور قصہ گو لیتا ہے۔ فرمایا حق تعالیٰ نے بعض آدمی وہ ہیں جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بات خریدتے ہیں، درمختار میں ہے شاعر کو جو مال بذریعہ شعر دیا جاتا ہے اس کی حرمت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس سے اس کی زبان روکنے کو دیا جاتا ہے اور یہ آیت کہ من يشتري لهو الحديث نضر بن حارث کے حق میں اتری ہے وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید

کرلاتا اور قریش سے بیان کرتا (اور کہتا کہ محمد تم سے عادی و شہود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم و اسفندیار کا قصہ بیان کرتا ہوں) تو قریش اس کی بات اور حکایتیں سنتے اور قرآن سننا ترک کر دیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(الروایۃ الرابعة) فی الدر المختار: من له قوت یومہ بالفعل او بالقوة کالصحیح المكتسب یأثم معطیه ان علم بحالہ لا عانته علی المحرم۔۔۔^۱

ترجمہ:- در مختار میں ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے کو بالفعل یا بالقوة^۲ موجود ہے، بالقوة ایسے جیسے کوئی شخص تندرست کماؤ ہو تو اس کو دینے والا اگر اس کے حال سے واقف ہے تو گنہگار ہوتا ہے کیونکہ اس نے حرام پر اعانت کی۔

(الروایۃ الخامسة) فی الدر المختار: والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف وان زاد کرہ لہ ولمستعہ وقولہ احسنت ان لسکوتہ فحسن وان لتلک القراءة یخشی علیہ الکفر^۳۔

ترجمہ:- در مختار میں ہے خوش آوازی سے اذان کہنی جائز ہے اگر

^۱ الدر المختار (ج ۲ ص ۳۵۳) بالقول کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس اتنے پیسے یا کھانے پینے کے لئے اتنا کچھ موجود ہو جس سے ایک دن کا گزارہ ہو سکتا ہو اور بالقوة کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس پیسے یا کھانے پینے کے لئے تو کچھ نہ ہو لیکن اتنی ہمت اور طاقت ہو کہ وہ کما کر گزارہ کر سکتا ہو^۴ الدر المختار: (ج ۶ ص ۴۲۱)

ترجیع میں حروف زیادہ نہ جائیں اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جائے تو قاری اور مؤذن اور اس کے سننے والے کو مکروہ ہے اور اگر سننے والے نے قاری خوش لہجگی اور ترجیع سے پڑھنے والے کو یہ کہا کہ تو نے خوب کیا تو اگر اس کے چپ رہنے کو کہا ہے تو بہتر ہے اور اگر اس قرأتِ محرمہ کی وجہ سے کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

ان آیات و احادیث و روایات کے بعد اول ایک مقدمہ^۱ عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ شرع میں تحریر کا حکم بمنزلِ تقریر کے ہے اور مطالعہ کا حکم مثلِ استماع کے ہے، جس چیز کا تلفظ و تکلم اور استماع گناہ ہے اس کا لکھنا اور چھاپنا اور مطالعہ کرنا بھی گناہ ہے، معلوم کرنا چاہئے کہ سب ناظرین اخبار کو معلوم ہے اخباروں میں بوجہ اس کے کہ ایڈیٹر اور نامہ نگار دین سے کم واقف یا بعضے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اکثر یہ مضامین ذیل ہوتے ہیں جن کے تکلم و استماع کے نہیں پر دلائل شرعیہ وارد ہیں پس اخبار بھی منہ عنہ ہو گئے۔

{۱}..... بے تحقیق خبریں جن کے منقول عنہ سے کی کوئی توثیق و تصحیح کا اہتمام نہیں ہوتا جو کسی نے لکھ بھیجا چھاپ دیا یا کسی پرچہ میں دیکھا نقل کر دیا اور اکثر ایسی خبریں کلا یا جزوا سے غلط نکلتی ہیں جو حقیقت کذب ہے کی ہے جو قطعاً حرام ہے اور اگر کذب بھی متحقق نہ ہو لیکن غیر متحقق ہونا یقینی ہے جس کو آیتِ خامسہ اور روایتِ ثانیہ بتلا رہی ہے۔

۱۔ مقدمہ کا حاصل یہ ہے کہ جس بات کا زبان پر لانا ممنوع ہے اس کا لکھنا بھی جائز نہیں، اسی طرح جس بات کا سننا ناجائز ہے اگر وہ بات تحریر کی شکل میں ہو تو اس کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ لے بولنے اور سننے سے اصل واقعہ سے مکمل یا تھوڑی بہت ۵ جھوٹ۔

{۲}..... کسی کا عیب شائع کرنا اور اگر وہ راست لے ہے تو غیبت ہوئی اور اگر خلاف واقعہ لے ہے تو بہتان ہے جس کو آیت رابعہ اور حدیث اول ممنوع کہہ رہی ہیں۔

{۳}..... اور اکثر رد و قدح و اعتراض دوسروں کے کلام یا رائے پر بلا ضرورت محض اخبار پُر کرنے کو یا اپنی حسنِ لیاقت جتلانے کو ہوتا ہے جس کو حدیثِ عاشر رد کر رہی ہے۔

{۴}..... اکثر مناظرہ میں تمسخر و طعن و بے ہودگی سے کام لیا جاتا ہے جس کو آیت رابعہ و حدیثِ خاص معصیت بتلا رہی ہے۔

{۵}..... کبھی مخاطب کے پچھلے قصے ذکر کے اس کو عار دلائی جاتی ہے جو بروئے حدیثِ سادس گناہ ہے۔

{۶}..... کبھی کسی کی سزا یا کوئی اور ضرر بدنی یا مالی ذکر کے اس پر خوشی ظاہر کی جاتی ہے جو حسبِ حدیثِ سابعِ حرام ہے۔

{۷}..... کبھی کسی کی بے جا خوشامدی یا مدح خواہ راست ہو یا دروغ سے کی جاتی ہے جو موافقِ حدیثِ ثانی کے مذموم ہے۔

{۸}..... کبھی کسی کا فریا فاجر فاسق کی مدح نظماً یا نثر اُ کی جاتی ہے جس پر حدیثِ ثامن میں وعید آئی ہے۔

{۹}..... اخباروں میں مضامین ہنسی دل لگی کے ہوتے ہیں جس میں حفاظتِ حدودِ شرعیہ کی رعایت نہیں ہوتی، اس کی وعید حدیثِ ثالث میں مذکور ہے۔

{۱۰}..... بعض دفعہ اخباروں میں کچھ گفتگو دینی عقائد و مسائل پر بھی کی

جاتی ہے اور اس میں بلا دلیل شرعی محض رائے سے بلکہ اکثر شریعت کے خلاف اور شریعت کو تحریف یا تکذیب کے ساتھ لکھا جاتا ہے، کوئی ڈاڑھی پر مضمون لکھتا ہے کوئی سود پر، کوئی اور کچھ جس کا اشد قبیح ہونا حدیثِ عاشرہ میں موجود ہے۔

{۱۱}..... اکثر اخبار یا نامہ نگار لوگوں کے اندرونی حالات کی ٹول میں لگے رہتے ہیں جن کو وہ لوگ پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اور یہ ان کو شائع کرتے ہیں۔ تجسس کی حرمت آیتِ رابعہ میں مصرح ہے۔

{۱۲}..... اکثر خبروں میں قرآنِ ظنیہ سے نتائج اخذ کر کے ان پر حکم قطعی لگا دیتے ہیں اے ایسے ظن کا گناہ ہونا بھی آیتِ رابعہ میں منصوص ہے۔

{۱۳}..... کبھی اپنے یا اپنے اخبار یا اپنے کسی متعلق کے کسی حال یا کمال پر فخر بھی کیا جاتا ہے جس کی بیخ کنی آیتِ رابعہ میں کی گئی ہے۔

{۱۴}..... بعض اوقات کسی کو بُرے لقب سے خطاب کیا جاتا ہے اور اس

یعنی لوگوں کے معاملات کی کھود کرید سے یعنی اخبارات میں قابلِ مذمت ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض حالات و واقعات جن کے بارے میں محض شک و شبہ اور وہم و گمان ہوتا ہے اسے اخباری ایڈیٹر اور صحافی حضرات یقینی اور قطعی طور پر اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے یہ کوئی آنکھوں دیکھا واقعہ ہو، جس سے بعض اوقات شرفاء کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے، قرآنِ کریم میں ایسے وہم و گمان جن کی کوئی بنیاد نہ ہو کو گناہ قرار دے کر ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ“..... الآية (۱) ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچتے رہو، بے شک کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں (نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث“ (خیال و گمان سے بچو، کیونکہ سب سے بڑا جھوٹ گمان ہوتا ہے) (ترمذی ج ۲ ص ۹۱ باب ماجاء فی ظن السوء)

کو ناظرین کی دلچسپی کا سبب سمجھتے ہیں، اس کی ممانعت بھی آیت رابعہ میں مذکور ہے۔
 {۱۵}..... جو مضامین ان مفاسد سے خالی بھی رہ جاتے ہیں اور وہ بہت ہی قلیل ہوتے ہیں تاہم اکثر فضول اور بے فائدہ ضرور ہوتے ہیں کسی کا قصہ لکھ دیا جس سے کوئی صحیح غرض بجز ترمین اخبار کے نہیں، کسی کے معاملہ میں خواہ مخواہ دخل اور مشورہ دید یا خواہ کوئی پوچھے یا نہ پوچھے حتیٰ کہ سلطنتوں کے معاملات میں فضول اور اراق سیاہ کئے جاتے ہیں جس کا کوئی مقصد بجز اشتغال اور جولان فکر کے نہیں ۱۔ اس کا ضرر بھی کسی درجہ میں حدیث رابع میں مذکور ہوا ہے۔

{۱۶}..... بعض اخبار والے امراء سے اس بات کی تنخواہ پاتے ہیں یا وہ ان کی آؤ بھگت کرتے ہیں تاکہ اخبار میں ہماری برائی نہ لکھیں اس فعل اور اس آمدنی کا حرام ہونا روایتِ ثالثہ میں مذکور ہے۔

{۱۷}..... بعض دفعہ اخباروں میں کسی ایسے رسالے یا کتاب پر تقریر و ریویو لکھتے ہیں جس میں بہت سے مضامین خلاف شرع ہوتے ہیں یا کوئی ایسا ہی مضمون بدوں اس کے ابطال کے نقل کر دیتے ہیں حتیٰ کہ کفار کی پیشیں گویاں تک درج دیکھی گئیں ہیں، اس کی ممانعت کے لئے روایتِ خامسہ بس ہے یا اکثر بے اعتبار لوگوں کے

۱۔ یعنی بہت کم اخبار ایسے ہیں کہ جن میں ذکر کردہ مفاسد، منکرات و محرمات نہ ہوں، لیکن ان میں بھی عموماً ایسی فضول اور بے ہودہ باتیں اور بے بنیاد قصہ کہانیاں ہوتی ہیں جنہیں محض اخبارات کی ترمین و آرائش کے لئے ذکر کیا جاتا ہے، گو کہ یہ چیزیں حرام اور ممنوع نہیں لیکن بے فائدہ، فضول اور لالیعنی ہونے کی وجہ سے ان کا ترک بھی اسلام کے محاسن اور خوبیوں میں سے ہے، اوپر حدیث نمبر: ۴ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اشتہارات درج ہوتے ہیں جس سے غلط پھنتی ہے، دھوکہ دینا حرام ہے اور حرام کی اعانت حرام ہے جس کا ذکر اسی روایتِ خامسہ میں بھی موجود ہے۔

کسی اخبار میں ناول نکلے ہیں جو سخت عذب اخلاق و خیالات! ہیں اس کے لئے بھی وہی روایت کافی ہے۔

{۱۸}..... قطع نظر ان سب محظورات کے یہ بھی یقینی ہے کہ اس میں اشتغال اور انہماک ایسا ہو جاتا ہے کہ ضروریاتِ دینی سے بھی غفلت ہو جاتی ہے اور علمِ دینی سے اعراض ہو جاتا ہے جس کی مذمتِ آیتِ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ میں صاف صاف مذکور ہے اور جس امر سے ایسا ناجائز امر لازم آئے وہ خود ناجائز ہو جاتا ہے۔

(اخبار) گوئی نفسہ مباح ہی ہو جیسا کہ روایتِ اولیٰ بدلالة النص اس پر دال ہے اور بھی بہت فروغِ فہمیہ اس کی مؤید ہیں۔

{۱۹}..... ایسے اخباروں کا خریدنا اور نامہ نگار بننا اور خریداروں کو ترغیب دینا یہ سب اعانت ہے ان ناجائز امور کی، اور اعانت ناجائز کی ناجائز ہے، روایتِ خامسہ میں اس کی تصریح ہے۔

{۲۰}..... بعض اخبار والے بلا طلب یہ اخبار بھیجتے رہتے ہیں چونکہ یہاں نہ مبادلہ ہے نہ تعاطی، نہ ایجاب و قبول، اس لئے شرعاً یہ بیع نہیں ہوئی، اس صورت میں قیمت کا مطالبہ خود ناجائز ہے یا بعضے کچھ انعام وغیرہ کا لالچ دلا کر خریداروں کو آمادہ کرتے ہیں پھر اخیر میں حقیقت امر منکشف ہو کر اسی طرح مطالبہ قیمت کے وقت بے لطفی و رنجش ہوتی ہے اور رنج و عداوت سے قطع نظر کر کے بھی ایسا جبر یا ایسا دھوکہ ناجائز ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

۱۔ اخلاق و خیالات کو خراب کرنے والے۔

تنبیہ

اگر کسی اخبار کے بائع یا مشتری میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا لیکن اس کا مصداق بہت قلیل ہے۔

خیر خواہی

آدمی دنیا میں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے پس اصل کام اس کا مشغل دینی ہے لیکن بضرورت اس مشغل دینی کی اعانت اور تقویت کے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے بشرط اعتدال اباحت، پس اسی قاعدے کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرے سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے اور اس قاعدے کی معرفت کے لئے کتب و رسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی محبت لازم سمجھے۔

وما علینا الا البلاغ

(کتبہ) محمد اشرف علی تھانوی عفی عنہ

۱۲/ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

افکارِ دینی ضمیمہ اخبارِ بنی

تحریر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ نے ۱۲/رمضان ۱۳۲۳ھ کو ایک رسالہ بنام اخبارِ بنی تحریر فرمایا جس میں موجودہ اخبارات کے مفاسد و نقصانات ذکر کر کے انہیں پڑھنے سے منع کیا تھا، اختتام پر بعنوان ”تنبیہ“ اس کی تصریح بھی کی کہ اگر کسی اخبار میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا مگر ایسے اخبارات بہت ہی کم ہیں یہ بات گو کہ مختصر تھی مگر واضح تھی لیکن بعض لوگوں نے اسے دیکھے یا سمجھے بغیر بے جا اعتراضات کئے۔ اس کے ازالہ کے لئے حضرت نے ۴/شعبان ۱۳۲۹ھ کو ”افکارِ دینی ضمیمہ اخبارِ بنی“ کے نام سے اخبارِ بنی کے نام سے کچھ آداب تحریر فرما کر رسالہ ”النور“ ماہ صفر ۱۳۵۰ھ میں شائع کرا دیئے، یہ ضمیمہ بھی ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ محمد قاسم ملتانی غفر اللہ

افکارِ دینی ضمیمہ اخبارِ بنی

بعد الحمد والصلوة!

احقر نے ۱۳۴۳ھ میں ایک رسالہ ”اخبارِ بنی“ کے مفاسد کے متعلق لکھا تھا اور یہی اس کا نام تھا اور اس کے ختم پر بعنوان ”تنبیہ“ یہ تصریح کر دی تھی کہ اگر کسی اخبار کے بائع و مشتری میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا، لیکن اس کا مصداق بہت قلیل ہے، چونکہ اس تنبیہ کا مضمون گومبہم تو نہ تھا بلکہ مفسر تھا، لیکن مجمل تھا اس لئے قاصرانظر لوگوں نے اس کو یاد یکھا نہیں یا سمجھا نہیں اور بے جا اعتراضات کرنے لگے کہ اس حالت میں تو اخبار کا وجود ہی اُڑ جائے گا، اس لازم کی تعلیل کے لئے میری ایک تقریر ملفوظ اور ایک تحریر محفوظ شائع ہو چکی ہے، اس وقت سہولتِ ناظرین کے لئے

مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں کے مختصر اقتباسات سے نفس اخبار کی مشروعیت اور خاص آداب سے اس کی مشروعیت قلمبند کر کے دکھلا دیں کہ ان آداب کی رعایت کے ساتھ اخبار جاری رہ سکتا ہے، البتہ بقدر ضرورت علم دین کی ضرورت ہے، اور اگر خود ایڈیٹر صاحب علم نہ ہو تو اخبار کا مسودہ مرتب کر کے کسی محقق مہتر عالم کی خدمت میں خود حاضر ہو کر اصلاح کے لئے پیش کر دے وہ ان مضامین کو آداب شرعیہ پر منطبق فرما کر زبانی سمجھا دیں گے، ذیل میں ان ہی آداب کی تفصیل ہے اور اس عجلہ کو ”افکار دینی“ کے لقب سے اور اس کے اجزاء کو ”عنوان فکر“ سے ملقب کرتا ہوں اور اس کو ”اخبار نبی“ کا ضمیمہ بناتا ہوں۔

فکر اول

جو اخبار حدود شرعیہ کے خلاف ہوا اس کا مذموم ہونا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:-

”وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ“..... الآية

یعنی جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ موجب) امن ہو یا (موجب) خوف تو اس (خبر) کو فوراً مشہور کر دیتے ہیں (اس میں ایسے اخبار اور جلعے بھی آگئے، حالانکہ کبھی وہ غلط ہوتی ہے، کبھی اس کا مشہور کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے) اور اگر

(بجائے خود مشہور کریں گے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول اللہ
 (ﷺ) (کی رائے) کے اوپر اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں
 (یعنی اکابر صحابہؓ) ان (کی رائے) کے اوپر حوالہ کرتے (اور خود کچھ
 دخل نہ دیتے) تو اس کو وہ حضرات پہچان لیتے ہیں جو ان میں تحقیق
 کر لیا کرتے ہیں (پھر جیسا یہ حضرات عملدرآمد کرتے ویسا ہی ان خبر
 اُڑانے والوں کو کرنا چاہئے تھا۔
 (نساء)

فکرِ ثانی

اور جو اخبار حدودِ شرعیہ کے اندر ہو اس کا مفید ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا
 ہے یعنی ابنِ ہالہ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے
 اصحاب کے حالات کی تلاش رکھتے تھے (اور خاص) لوگوں سے پوچھتے رہتے کہ
 (عام) لوگوں میں کیا واقعات (ہو رہے) ہیں
 (شمائل ترمذی)
 ف: اخبار کا یہی حاصل ہے۔

فکرِ ثالث

اس باب میں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی بات کا قلم سے لکھنا
 بعینہ وہی حکم رکھتا ہے جو زبان سے کہنے کا ہے، جس کلام کا زبان سے ادا کرنا ثواب ہے
 اس کا قلم سے لکھنا بھی ثواب ہے اور جس کا بولنا گناہ ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی گناہ ہے
 بلکہ لکھنے کی صورت میں ثواب اور گناہ دونوں میں ایک زیادتی ہو جاتی ہے کیونکہ تحریر

ایک قائم رہنے والی چیز ہے، مدتوں تک لوگوں کی نظر سے گذرتی رہتی ہے اس لئے جب تک وہ دنیا میں موجود رہے گی لوگ اس کے اچھے یا بُرے اثر سے متاثر ہوتے رہیں گے، اس وقت تک کاتب کے لئے اس کا ثواب یا عذاب برابر جاری رہے گا اس لئے ہر مضمون نگار کا فرض ہے کہ ہر مضمون پر قلم اٹھانے سے پہلے اس کو مندرجہ ذیل معیار پر جانچ لے اور درحقیقت یہی معیار تمام ان آداب کی مجمل تصویر ہے جن کی تفصیل ہم اس وقت ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

فکرِ رابع

مضمون نگاری اور اخبار نویسی میں مذہبی جرائم اور شرعی گرفت سے بچنے کا سب سے بہتر ذریعہ اور جامع مانع اصول یہ ہے کہ جس وقت کسی چیز کے لکھنے کا ارادہ کرے پہلے اپنے ذہن میں استفتاء کر لے کہ اس لکھنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ثابت ہو تو قدم آگے بڑھائے ورنہ بعض لوگوں کو خوش کرنے لئے گناہ میں ہاتھ رنگ کر پرائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک نہ کاٹے اور اگر خود احکام شرعیہ میں ماہر نہ ہو تو کسی ماہر سے استفتاء کرنا ضروری ہے، یہ ایک شرعی اجمالی قانون ہے جو فقط اخبار نویسی میں نہیں بلکہ ہر قسم کی تحریر میں ہر مسلمان کا مطمح نظر ہونا چاہئے، اس کے بعد ہم اس کی تفصیل چند نمبروں میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

{۱}..... جو واقعہ کسی شخص کی مذمت اور مصائب پر مشتمل ہو اس کو اس وقت

تک ہرگز شائع نہ کیا جائے جب تک حجت شرعیہ سے اس کا ثبوت نہ مل جائے کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا کسی کافر پر بھی جائز نہیں لیکن آہ! آج اہل قلم اس سے غافل

ہیں اور اخبار کا شاید کوئی صفحہ اس سے خالی ہوتا ہو۔

{۲}..... یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں حجت شرعیہ کے لئے کسی افواہ کا عام ہونا یا کسی اخبار کا لکھ دینا ہرگز کافی نہیں بلکہ شہادت شرعیہ ضروری ہے کیونکہ دور حاضر کے موجودہ تمام اخبارات کے صد ہا تجربات نے اس بات کو ناقابل انکار کر دیا ہے کہ بہت سے مضامین اور واقعات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں اور جس شخص کی طرف سے شائع کئے جاتے ہیں اس غریب کو خبر تک نہیں ہوتی اور یہ صورت کبھی تو قصداً کی جاتی ہے اور کبھی سہواً و خطاً ہو جاتی ہے اس لئے اگر کسی اخبار میں کسی شخص کے حوالہ سے کوئی مضمون یا واقعہ نقل کر دیا جائے تو شرعاً اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر یہ واقعہ کسی کی مذمت یا مضرت یا عیب جوئی پر مشتمل نہ ہو تو پھر یہ ضعیف ثبوت بھی کافی ہے اور اس کو نقل کر کے شائع کر دیا جائے۔

{۳}..... کسی شخص کے عیب یا گناہ کا واقعہ اگر حجت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تب بھی اس کی اشاعت اور درج اخبار کرنا جائز نہیں بلکہ اس وقت بھی اسلامی فرض یہ ہے کہ خیر خوبی سے تنہائی میں اس کو سمجھایا جائے، اگر سمجھانے کو نہ مانے اور آپ کو قدرت ہو تو بحجر اس کو روک دیں ورنہ کلمہ حق پہنچا کر آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جائیں، اس کی اشاعت کرنا اور رسوا کرنا علاوہ نہی شرعی کے تجربہ سے ثابت ہے کہ بجائے مفید ہونے کے ہمیشہ مضر ہوتا ہے اور اس لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے متعدد احادیث میں اس کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر اپنے بھائی مسلمان کا کوئی عیب یا گناہ ثابت ہو تو اس کو رسوا نہ کرے بلکہ پردہ پوشی سے کام لے اور خفیہ اس کو سمجھائے کیونکہ یہی طرز زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔

{۴}..... البتہ اگر کسی مسلمان کا ایسا عیب یا گناہ حجت شرعیہ سے ثابت

ہوا کہ جس کا نقصان اپنی ذات کو پہنچتا ہے اور یہ اس سے مظلوم ٹھہرتا ہے تو پھر اس کی برائی کو علانیہ شائع کر سکتا ہے، اسی کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ

(النساء: ۱۴۸)

.....الایہ

اللہ تعالیٰ برائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتے مگر جس پر ظلم کیا گیا (وہ ظالم کے ظلم کا اعلان کر سکتا ہے)

امام تفسیر مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ کوئی شخص کسی کی مذمت کرے یا شکایت کرے لیکن اگر کسی پر ظلم ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ ظالم کی شکایت کرے اور اپنے معاملہ کا اعلان کرے اور اس کے ظلم کو لوگوں پر ظاہر کرے (روح المعانی)

لیکن اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ عام اعلان و اشاعت کے بجائے صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس کی دادرسی کر سکیں۔

{۵}..... اگر کسی اخبار میں کوئی قابل تردید غلط مضمون کسی شخص کے نام سے

طبع ہوا ہو تو اس کے جواب میں صرف اس پر اکتفاء کیا جائے کہ فلاں اخبار نے ایسا لکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے، اس شخص کی ذات پر کوئی حملہ نہ کیا جائے، کیونکہ ابھی تک کسی جستجو شرعیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ واقع میں یہ مضمون اس شخص کا ہے۔

{۶}..... جو خبر کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہو اس کی اشاعت جائز

ہے مگر اس شرط سے کہ اس کی اشاعت کسی مسلمان کی خاص مصلحت یا عام مصلحت کے خلاف نہ ہو اور جس میں ایسا احتمال ضعیف بھی ہو تو بجز ان لوگوں کے جو عقل اور شرع کے موافق اس معاملہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہوں عام لوگوں پر اس کو ظاہر کرنا نہ چاہئے

کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے نقصانات کی طرف اس شخص کی نگاہ نہ پہنچی ہو، آیت ”وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ“ میں ایسے ہی اخباروں اور جلسوں کی مضرت اور مذمت کو بیان فرمایا ہے (جیسا کہ اوپر گذرا) لیکن مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ اس کو بھی محض خبر کی حیثیت سے نقل نہ کرے بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پیدا کرے۔

اس کی نقلی دلیل یہ ہے:-

”من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه“۔

”انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے“۔

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ کوئی خبر مقصود نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ کسی انشاء کا ذریعہ ہو کر مقصود کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور دراصل مقصود کوئی فعل ہوتا ہے جو اس خبر سے متعلق ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ نتائج اخبار کو بھی ذکر کر کے اس کے افادہ میں اضافہ کر دیا جائے، مثلاً آپ کسی شخص کے متعلق یہ خبر درج کرتے ہیں کہ اس نے چند ہزار روپے کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی دوسرے نیک کام میں صرف کیا تو اس کے بعد اس شخص کے لئے دعائے ترقی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس کی ترغیب ذکر کر دی جائے یا مسلمانوں کی کسی جماعت یا ایک شخص کی مصیبت کا ذکر آیا تو خود بھی دعا کرے اور مسلمانوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے نیز یہ کہ جس سے ہو سکے اس کی مادی امداد بھی کرے، کسی کی موت کا ذکر کیا ہے تو لوگوں کو اس طرف متوجہ کرے کہ عبرت حاصل کریں اور اپنے لئے اسی وقت کے لئے سامان تیار کریں۔

اول تو کوئی واقعہ اور کوئی خبر دنیا میں ایسی کم ہوتی ہے جو نتیجہ خیز نہ ہو یا کوئی دینی یا دنیوی فائدہ متصور نہ ہو لیکن اگر کوئی خبر ایسی بھی ہو تب بھی اس کو محض تفریح طبع کی مد میں ذکر کر دینا مضائقہ نہیں بلکہ یہ ایک درجہ میں شرعاً مطلوب ہے جب اعتدال کے ساتھ ہو اور حضرت نبی کریم ﷺ کا بعض اوقات مزاح (خوش طبعی) فرمانا اسی حکمت پر مبنی تھا۔

{۷}..... خلاف شرع مضامین اور طعین کے عقائد باطلہ اول تو شائع نہ کئے جائیں اور اگر کسی ضرورت سے اشاعت کی نوبت آئے تو جس پرچہ میں وہ شائع ہوں اسی میں ان کی تردید اور شافی جواب بھی ضرور شائع کر دیئے جائیں، آئندہ پرچہ پر اس کو حوالہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے آدمی وہ ہوتے ہیں جن کی نظر سے آئندہ پرچے نہیں گزرتے، خدا نخواستہ اگر وہ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہو گئے تو اس کا سبب شائع کرنے والا ہوگا۔

{۸}..... اگر مسلمانوں پر کافروں کے ظلم کی خبر شائع کرنا ہو تو جب تک اس ظلم کی نسبت کافروں کی طرف حجت شرعیہ سے ثابت نہ ہو اس طرح شائع کیا جائے کہ فلاں مقام کے مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں، مسلمان ان مظالم کا انسداد کریں اور جائز طریق پر ان کی جانی و مالی امداد کریں۔

{۹}..... اخبار کا ایڈیٹر ہمیشہ ایسا شخص بنے جو تمام علوم اسلامیہ پر عبور رکھتا ہو یا کم از کم علماء سے رجوع کرنے کا پابند ہو اور مذہب سے ہمدردی رکھنے والا ہو ورنہ ظاہر ہے کہ اخبارات اشاعت بے دینی و بے قیدی کا ایک کامیاب آلہ ہے۔

{۱۰}..... کسی ایسی کتاب کا جو دین کو مضرت ہو یا ایسی دوا کا جو شرعاً حرام ہو یا

کسی ایسے معاملہ کا جو شرعاً فاسد ہو اشتہار نہ دیا جائے اور نہ اخبار میں تصویر بنائی جائے۔

یہ مختصر گزارش ہے جو محض دلسوزی اور ہمدردی پر مبنی ہے اگرچہ زمانہ کی مسموم ہوا میں کارگر ہونے کی توقع نہیں لیکن بایں اُمید کہ شاید خدا تعالیٰ کسی نیک بندے کو عمل اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں یہ سب عرض کر دیا گیا واللہ الحمد۔

فکرِ خامس

آدمی دنیا میں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے پس اصل کام اس کا مشغل دینی ہے لیکن بضرورت اس مشغل دینی کی اعانت اور تقویت کے لئے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے بشرط اعتدال و اباحت، پس اسی قاعدے کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرے سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے اور اس قاعدے کی معرفت کے لئے کتب و رسائل دیدیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی محبت لازم سمجھے۔

(ماخوذ از "امداد التاویل" ۱۶۰/۳ تا ۱۶۵)

وما علینا الا البلاغ

تمت الضمیمہ

۳ شعبان ۱۳۴۹ھ (النور صفر ۱۳۵۰ھ ص ۳)

أَشْرَفُ الْأَحْكَامِ

تَتِمُّهُ أَمْدَادُ الْفَتَاوَى

حضرت تھانوی قدس سرہ کی بیسیوں کُتُب اور سینکڑوں موعظ و ملفوظات
سے اہم فقہی مسائل کا جامع اور مفید انتخاب

از آفادات

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

جمع و ترتیب

جناب حضرت محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ

ادارہ احیاء
کراچی لاہور

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے

تین اہم مواعظ

جاء القلوب	یعنی	جام جمشید
رجاء الغیوب	یعنی	صبح اُمید
دواء العیوب	یعنی	شام نورشید

اشاعت منسب ہدایت

نور سلف صاحبین حضرت محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دہلی

ادارہ اسلامیات کراچی لاہور

اِکِسْ جَلِيلُ الْقَدَرِ تَابِعِينَ کِرَامِ

رَحْمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی

تاليف

حضرة مولانا محمد عبد الرحمان منطاهری
ناظم مجلس علمیہ حیدر آباد دکن

مجاز بیعت

حضرة مولانا شاہ ابن ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

اولادہ الاولیٰ
کراچی، لاہور

حضرت اولیس قرنیؑ

حضرت ابو مسلم خولانیؑ

حضرت رقیع بن عقیقؑ

حضرت علقمہ بن قیسؑ

حضرت اسود بن یزیدؑ

حضرت قاضی شریحؑ

حضرت عروہ بن الزبیرؑ

حضرت سعید بن المسیبؑ

حضرت سعید بن جبیرؑ

حضرت عامر بن شراحیلؑ

حضرت طاؤس بن کيسانؑ

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؑ

حضرت حسن بصریؑ

حضرت امام ابن سیرینؑ

حضرت عطاء بن ابی رباحؑ

حضرت ایاس بن معاویہؑ

حضرت ابن شہاب زہریؑ

حضرت ربیعۃ الراعیؑ

حضرت سلم بن وینارؑ

حضرت سلیمان اعمشؑ

حضرت عامر حمیمیؑ